ہفت روزہ

ندائے خلافت

لاہور

26

www.tanzeem.org

22 تا 28 رمضان المبارک 1437ھ / 28 جون تا 4 جولائی 2016ء

عید......کچھ تو حالات بدلنے کا عزم کرو

رمضان کے روزوں کی اصل غرض و غایت اہل ایمان میں تقویٰ کی آبیاری ہے۔ آپ کی عید اسی وقت اصلی عید قرار پائے گی جب اس رمضان کے بعد آپ پہلے سے زیادہ اللہ سے ڈرنے والے اور نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے بن جائیں۔ اگر رمضان ختم ہوتے ہی رات بھر عید کی تیاریاں صلوٰۃ الفجر کے لئے آپ کو نہ اٹھنے دیں اور عید کی مصروفیات میں ظہر' عصر وقت پر ادا نہ ہوں' تو اس کا مطلب یہ ہے کہ رمضان سے آپ نے کوئی فیض نہیں پایا۔ بے ہودہ فلموں' موسیقی' گانوں اور فضول خرچی سے بچیے۔ اللہ نہ کرے' اگر آپ کا روزِ عید دین پر چلنے کی بجائے ٹی وی اور کیبل کی بے ہودہ نشریات دیکھنے اور سننے کی نذر ہوگیا' تو پھر خواہ آپ نے کتنے ہی روزے رکھے ہوں' عید کے کتنے ہی شاندار کپڑے سلوائے ہوں اور گھر کو خوب سجایا ہو یہ روز خوشی کا نہیں' ماتم کا ہے۔

جب آپ عید منائیں تو یہ ہرگز نہ بھولیں کہ آج اسلام اور اسلام کے ماننے والے کس غربت و کسمپرسی کا شکار ہیں۔ وہ نیکی اور تقویٰ کی شاہراہ کو چھوڑ کر آپس میں ایک دوسرے کی گردنیں مارتے ہیں اور ان کا دین جھوٹی خواہشات' اوہام اور فضول رسوم کا ملغوبہ بن گیا ہے۔ اُن کا دین غالب نہیں مغلوب ہے۔ ''روشن خیالی'' کی آندھیاں اُسے ملیامیٹ کرنے کے درپے ہیں۔

شرک اور اللہ سے بے وفائی و ناشکری کا نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں جہاں بھی یہ مسلمان آباد ہیں' ذلت اور رسوائی اور کسمپرسی کا شکار ہیں۔ آج برما، شام، کشمیر، فلسطین اور عراق سے افغانستان تک اس زخم زخم اور زار زار' حال سے بے حال اپنے مسلمان بھائیوں کو عید کی خوشیوں میں نہ بھول جایئے...... اے عید کی خوشیاں منانے والو! تمہیں کچھ تو دکھ کا احساس ہو' تمہارے وطن میں غربت و افلاس' بدامنی ظلم و ناانصافی ڈیرے ڈالے ہوئے ہے۔ کچھ تو حالات بدلنے کا عزم کرو۔

تسنیم احمد

اس شمارے میں

اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

قرآن کی عظمت اور افادیت

......رب کرے سولیاں

شبِ قدر کیا ہے؟

عید الفطر: رمضان کا انعام اور ثمرہ

پاک امریکہ تعلقات میں کشیدگی اور

قرآن پاک نصابِ تعلیم کا لازمی جزو

صدقۂ فطر کے احکام و مسائل

اختیارِ مطلق اللہ ہی کا ہے

سُورۃُ الکھف | بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ | آیات: 25, 26

وَلَبِثُوۡا فِیۡ کَہۡفِہِمۡ ثَلٰثَ مِائَۃٍ سِنِیۡنَ وَازۡدَادُوۡا تِسۡعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰہُ اَعۡلَمُ بِمَا لَبِثُوۡا ۚ لَہٗ غَیۡبُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اَبۡصِرۡ بِہٖ وَاَسۡمِعۡ ؕ مَا لَہُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہٖ مِنۡ وَّلِیٍّ ۫ وَّلَا یُشۡرِکُ فِیۡ حُکۡمِہٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾

آیت ۲۵ ﴿وَلَبِثُوۡا فِیۡ کَہۡفِہِمۡ ثَلٰثَ مِائَۃٍ سِنِیۡنَ وَازۡدَادُوۡا تِسۡعًا ﴿۲۵﴾﴾ ''اور وہ رہے اپنی غار میں تین سو برس اور اس کے اوپر نو برس۔''

یعنی غار میں ان کے سونے کی مدت شمسی کیلنڈر میں تین سو سال جبکہ قمری کیلنڈر کے مطابق تین سو نو سال بنتی ہے۔

آیت ۲۶ ﴿قُلِ اللّٰہُ اَعۡلَمُ بِمَا لَبِثُوۡا ۚ﴾ ''آپؐ کہیے کہ اللہ بہتر جانتا ہے اس میں جتنا (عرصہ) وہ رہے''

یعنی اس بحث میں بھی پڑنے کی ضرورت نہیں کہ وہ غار میں کتنا عرصہ سوئے رہے۔ اس کا جواب بھی آپؐ ان کو یہی دیں کہ اس مدت کے بارے میں بھی اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

﴿لَہٗ غَیۡبُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ اَبۡصِرۡ بِہٖ وَاَسۡمِعۡ ؕ﴾ ''اُسی کے لیے ہے آسمانوں اور زمین کا غیب۔ کیا ہی خوب ہے وہ اس کو دیکھنے والا اور کیا ہی خوب ہے وہ سننے والا!''

﴿مَا لَہُمۡ مِّنۡ دُوۡنِہٖ مِنۡ وَّلِیٍّ ۫ وَّلَا یُشۡرِکُ فِیۡ حُکۡمِہٖۤ اَحَدًا ﴿۲۶﴾﴾ ''اُس کے سوا ان کا کوئی مددگار نہیں' اور وہ شریک نہیں کرتا اپنے حکم میں کسی کو بھی۔''

اُس کے سوا ان کا کوئی ساتھی' کارساز' مددگار' حمایتی اور پشت پناہ نہیں ہے۔ لفظ ''ولی'' ان سب معانی کا احاطہ کرتا ہے۔

وہ اپنے اختیار اور اپنی حاکمیت کے حق میں کسی دوسرے کو شریک نہیں کرتا۔ یہ توحید حاکمیت ہے۔ اس بارے میں سورۂ یوسف (آیت 40، 67) میں اس طرح ارشاد ہوا: ﴿اِنِ الۡحُکۡمُ اِلَّا لِلّٰہِ ؕ﴾ ''اختیارِ مطلق تو صرف اللہ ہی کا ہے''۔ جبکہ سورۂ بنی اسرائیل کی آخری آیت میں یوں فرمایا گیا: ﴿وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ شَرِیۡکٌ فِی الۡمُلۡکِ﴾ ''اور اُس کا کوئی شریک نہیں ہے بادشاہت میں۔''

فرمان نبویؐ

نفع ونقصان اللہ کے ہاتھ میں

عَنۡ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَنَّہٗ جَاءَ اِلَی الۡحَجَرِ الۡاَسۡوَدِ فَقَبَّلَہٗ فَقَالَ: ((اِنِّیۡ اَعۡلَمُ اَنَّکَ حَجَرٌ لَا تَضُرُّ وَلَا تَنۡفَعُ وَلَوۡلَا اَنِّیۡ رَاَیۡتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ یُقَبِّلُکَ مَا قَبَّلۡتُکَ)) (بخاری)

حضرت عمر رضی اللہ عنہ (حرم میں جب) حجرِ اسود تک آئے تو اسے بوسہ دیا اور فرمایا ''میں جانتا ہوں کہ تُو ایک پتھر ہے تُو نہ تو کسی کا کچھ بگاڑ سکتا ہے اور نہ کسی کو نفع دے سکتا ہے اگر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھتا تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔''

تشریح: ''حجرِ اسود' بیت اللہ کے کونے میں ملتزم کے بائیں طرف ایک پتھر ہے طواف کا آغاز اس کے بوسہ دینے، اسے چھونے یا اس کی طرف اشارہ کرنے سے ہوتا ہے، بعض روایات میں حجرِ اسود کو اللہ تعالیٰ کا دایاں ہاتھ فرمایا گیا ہے۔ ہمارے آقا ومحبوب سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے بوسہ دیا۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے اسے بوسہ دینے کے بعد فرمایا میں جانتا ہوں کہ تو ایک پتھر ہے نفع وضرر تیرے ہاتھ میں نہیں ہے میں تجھے بوسہ نہ دیتا لیکن میرے آقا نے تجھے بوسہ دیا تھا اس لیے میں تجھے بوسہ دیتا ہوں۔

خلیفۂ راشد کا یہ طرزِ عمل ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے کہ ہمیں صرف وہ کام کرنا چاہیے جو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے ثابت ہو۔

اداریہ

مرزا ایوب بیگ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اور تم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہو کر

رمضان، قرآن اور پاکستان محض ہم قافیہ الفاظ نہیں ہیں، حقیقت یہ ہے کہ دنیا کے کسی دوسرے گوشے میں بسنے والے مسلمانوں کی نسبت مسلمانانِ پاکستان کا رمضان اور قرآن سے اضافی تعلق بھی ہے، وہ اس لیے کہ پاکستان رمضان کی اس شب میں قائم ہوا، جس کے بارے میں گمانِ غالب ہے کہ وہ لیلۃ القدر ہے جسے قرآن نے نزولِ قرآن کی شب ہونے کی بنا پر ہزار مہینوں سے بہتر قرار دیا۔ اگرچہ 1946ء کے انتخابات میں مسلم لیگ یہ ثابت کر چکی تھی کہ وہ برصغیر کے مسلمانوں کی حقیقی نمائندہ جماعت ہے۔ لیکن پھر بھی 1947ء کے آغاز میں یقین سے نہیں کہا جا سکتا تھا کہ دنیا کی سب سے بڑی اسلامی مملکت پاکستان اسی سال دنیا کے نقشہ پر حقیقت بن کر اُبھر سکے گی۔ انگریز حاکموں اور برصغیر کی بڑی قوم ہندو کی شدید ترین مخالفت کے باوجود اس کا قائم ہو جانا ہی کچھ ناقابل فہم سا محسوس ہوتا تھا۔ لیکن تشکیل پاکستان کے تاریخی واقعات کو مرحلہ وار دیکھیں تو اس سال ستائیس رمضان المبارک کی نصف شب کے قریب قیام پاکستان کا اعلان خالصتاً کن فیکون کا مظہر محسوس ہوتا ہے۔ 1940ء کی قرارداد لاہور میں پاکستان کا ذکر نہیں تھا بلکہ اس میں آزاد مسلمان ریاستوں کا ذکر ہے۔ اس پس منظر میں ایک ہزار میل سے زائد زمینی فصل رکھنے والے دو حصوں پر مشتمل ایک ریاست کا قائم ہو جانا معجزہ محسوس ہوتا ہے۔ اس لحاظ سے پاکستان کو بجا طور پر مملکت خداداد کہا جاتا ہے۔

برصغیر کے مسلمانوں نے پاکستان بنا کر ہندوؤں سے ہزار سالہ رفاقت ختم کی، اس کی دشمنی مول لی اور نتیجہ کے طور پر ہندوؤں کے ہاتھوں لاکھوں مسلمان بے گھر ہوئے، بے شمار قتل ہوئے اور ان گنت مسلم خواتین کی بے حرمتی ہوئی، یعنی پاکستان پر جان، مال اور عزت جو انسان کا کُل سرمایہ ہوتا ہے، سب کچھ لٹا دیا۔ ’پاکستان کا مطلب کیا: لا الٰہ الا اللہ‘ اتنا پُرکشش نعرہ تھا اور نظریۂ پاکستان کی اصطلاح اتنی دلپذیر تھی کہ یہ قربانیاں حقیر محسوس ہوتی تھیں۔ نظریۂ پاکستان یعنی اسلام کے یوں تو دو بنیادی ماخذ ہیں: قرآن اور حدیث، لیکن یہ دو بھی اس طرح اکائی بن جاتے ہیں کہ حضور ﷺ قرآن مجسم اور قرآن ناطق بھی تو کہلاتے ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ایک حدیث کے مطابق قرآن سیرتِ رسول ﷺ اور خلق رسول ﷺ ہی کا تو بیان ہے۔ یعنی قرآن دین متین کا اصل منبع، سرچشمہ اور ماخذ ہے۔ لہٰذا نظریۂ پاکستان کی آبیاری کے لیے پاکستان میں جو پہلا کام ہونا چاہیے تھا، وہ یہ تھا کہ قرآن کی تعلیم کو عام کیا جاتا، قرآن کی زبان کو سیکھا اور سکھایا جاتا، آخر انگریزی زبان میں مہارت حاصل کی جا سکتی ہے تو قرآن کو پڑھنے اور سمجھنے کے لیے عربی کیوں نہیں سیکھی جا سکتی تھی۔ اگرچہ قرآن کا یہ اعجاز ہے کہ اسے سمجھے بغیر بھی پڑھا جائے تو بھی ایک لطف، سرور اور کیف محسوس ہوتا ہے، لیکن عملی زندگی میں انفرادی اور اجتماعی سطح پر صراطِ مستقیم پر چلنے کے لیے احکاماتِ قرآنی کو اپنا امام بنانے کی ضرورت تھی۔ اس کے حکم پر عمل کیا جاتا اور اس کے روکے رکا جاتا۔ لیکن صد افسوس کہ عوامی اور حکومتی دونوں سطحوں پر عملی زندگی سے اسلام کو خارج کر دیا گیا۔ ہم مصنوعی روشنیوں کے ذریعے عزت و وقار کا راستہ ٹٹولنے کی کوشش کر رہے ہیں اور فطری روشنی کے مینار قرآن مجید پر ریشمی جزدانوں کے بے شمار غلاف چڑھا دیئے ہیں اور شعوری یا غیر شعوری طور پر کوشاں ہیں کہ حق کو دبیز ریشمی پردوں میں چھپا دیا جائے۔ نتیجتاً ہم صراط مستقیم سے بہت دور ہو چکے ہیں۔ اسلام کے عادلانہ نظام کو اپنانا تو دور کی بات ہے، ہم

ہفت روزہ — لاہور

ندائے خلافت

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب و جگر

تنظیم اسلامی کا ترجمان، نظامِ خلافت کا نقیب

بانی: اقتدار احمد مرحوم

22 تا 28 رمضان المبارک 1437ھ — جلد 25
28 جون تا 4 جولائی 2016ء — شمارہ 26

مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مدیر: ایوب بیگ مرزا

ادارتی معاون: فرید اللہ مروت

نگران طباعت: شیخ رحیم الدین
پبلشر: محمد سعید اسعد، طابع: رشید احمد چودھری
مطبع: مکتبہ جدید پریس، ریلوے روڈ، لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:

67-اے، علامہ اقبال روڈ، گڑھی شاہو لاہور-54000
فون: 36316638-36366638-
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے، ماڈل ٹاؤن، لاہور-54700
فون: 35869501-03 فیکس: 35834000
publications@tanzeem.org

قیمت فی شمارہ 12 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 450 روپے
بیرون پاکستان
انڈیا.................. (2000 روپے)
یورپ، ایشیا، افریقہ وغیرہ (2500 روپے)
امریکہ، کینیڈا، آسٹریلیا وغیرہ (3000 روپے)
ڈرافٹ، منی آرڈر یا پے آرڈر
”مکتبہ مرکزی انجمن خدام القرآن“ کے عنوان سے ارسال کریں۔ چیک قبول نہیں کیے جاتے

”ادارہ“ کا مضمون نگار حضرات کی تمام آراء سے پورے طور پر متفق ہونا ضروری نہیں

عام انسانی اخلاقیات سے بھی عاری ہو چکے ہیں۔ رمضان اور قرآن کے ساتھ مسلمانانِ پاکستان نے کیا سلوک کیا، یہ ایک دل فگار کہانی ہے۔ رمضان کو تاجروں، سٹاکسٹوں اور صنعت کاروں نے لوٹ کھسوٹ اور چور بازاری کا مہینہ بنا لیا۔ حکومت کا حال یہ ہے کہ گراں فروشی کے الزام میں چھوٹے چھوٹے دکانداروں اور کریانہ فروشوں کو گرفتار کر رہی ہے اور اپنی گراں فروشی کا یہ عالم ہے کہ دنیا بھر میں تیل انتہائی سستا ہو گیا لیکن پاکستان میں عوام کو اُس قدر ریلیف نہ مل سکا۔ ظلم، ناانصافی، کرپشن، خیانت، جھوٹ، بددیانتی اور منافقت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں ہاتھ کو ہاتھ سجھائی نہیں دے رہا۔ اپنے معاشرے پر نگاہ ڈالیں، سیاسی اور معاشی سطح پر ہماری کوئی کل سیدھی نہیں۔ بیرون ملک ہماری پہچان ایک بھکاری ملک کی ہے۔ دولت اور وسائل کی غیر منصفانہ تقسیم نے طبقاتی خلیج کو بہت وسیع کر دیا ہے۔ یا وہ لوگ ہیں جو نزلہ وزکام کے علاج کے لیے یورپ میں ہسپتال بک کرواتے ہیں اور اپنے کتوں کے لیے ایئر کنڈیشنڈ کمرے تعمیر کرواتے ہیں یا وہ لوگ ہیں جو بھوک اور بیماری کے ہاتھوں رسی باندھ کر چھت سے جھول جاتے ہیں۔

قیام پاکستان کے وقت کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ وہ وقت بھی آئے گا کہ اس کا وزیر اعظم مملکت خداداد پاکستان کا مستقبل جمہوریت کے ساتھ ساتھ لبرل ازم میں بھی دیکھے گا۔ پروگریسو پاکستان حکمرانوں کا ہدف ہو گا اور اسلام کی بات کرنے والوں کو انتہا پسند قرار دے دیا جائے گا اور پاکستان کے ذرائع ابلاغ فحاشی اور عریانی کی کھلم کھلا تشہیر کریں گے۔ اسلام کے نام پر بننے والے ملک کی معیشت کا انحصار سود پر ہو گا اور شجاعت، بہادری اور غیرت کا جنازہ یوں نکل جائے گا کہ ڈرون حملوں سے آزادی اور خود مختاری کو پاؤں تلے روندنے والوں کو ہم اپنا حلیف اور اتحادی قرار دینے پر مجبور ہوں گے۔

قصہ مختصر اپنے کرتوتوں کی وجہ سے ہم بند گلی میں داخل ہو چکے ہیں لیکن مایوسی کفر ہے۔ ضرورت ہے واپس لوٹنے کی، قرآن کی طرف رجوع کرنے کی جو نسخہ کیمیا ہے اور اسی میں ہمارے تمام مسائل کا حل موجود ہے، جو ہمیں ماضی سے بھی آگاہ کرتا ہے اور مستقبل کے لیے رہنمائی بھی فراہم کرتا ہے۔ رمضان کا بابرکت مہینہ ہمیں دعوت فکر دیتا ہے کہ ہم غور کریں کہ ہماری ذلت و رسوائی کی اصل وجہ کیا ہے۔ ہم یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ ہم نے اللہ کی کتاب کو پیٹھ پیچھے پھینک دیا ہے۔ یہاں یہ سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ کیا اسلامی ممالک میں سے صرف پاکستان ہی نے قرآن حکیم سے اعراض کیا ہے اور اسے پس پشت ڈالا ہے اور اس کے نتیجہ میں یہ اس حال کو پہنچا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ پاکستان واحد اسلامی ملک ہے جس کے قیام کا جواز اسلام بتایا گیا تھا۔ کسی اور ملک نے اپنے نام کا مطلب لا الٰہ الا اللہ نہیں بتایا تھا۔ علاوہ ازیں اگر دوسرے اسلامی ممالک نے بھی قرآن کو ترک کیا ہے تو کون سی دنیا میں عزت کمائی ہے۔ آج پوری دنیا میں ایک اسلامی ملک بھی ایسا نہیں ہے جو اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کا دعویٰ کر سکے اور وقت کی سپر پاور سے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر سکے۔ امریکہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کے نام پر مسلمانوں کی بستیاں اجاڑ رہا ہے اور مسلمانوں کو کیڑے مکوڑوں کی طرح کچل رہا ہے۔ اور 57 اسلامی ممالک ٹس سے مس نہیں ہو رہے امریکہ اور اسلام دشمن قوتوں کا ہاتھ صرف اور صرف ایک اسلامی فلاحی ریاست روک سکتی ہے۔ ہر کلمہ گو کا اوّلین دینی فریضہ ہے کہ مذکورہ اسلامی ریاست کے لیے تن من دھن لگا دے۔ یہی حالات کا تقاضا ہے، یہی کرنے کا اصل کام ہے، یہی جہاد ہے۔ اور اسی غرض کو پورا کرنے کے لیے اگر بات جان کا نذرانہ پیش کرنے تک پہنچے تو جان ہتھیلیوں پر رکھ کر نکلنا ہو گا۔

پندرہ سو سال قبل مدینہ کی چھوٹی سی بستی میں قائم ہونے والی پہلی اسلامی ریاست چند سالوں میں اگر یورپ، ایشیا اور شمالی افریقہ تک پھیل گئی تو اُس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں نے قرآن کو اپنا امام بنا کر انفرادی اور اجتماعی زندگی کی راہیں متعین کیں تھیں اور آج اگر اسلام کے نام پر بننے والی دوسری ریاست پاکستان ناکامیوں اور محرومیوں سے دوچار ہے تو اُس کی وجہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن سے حقیقی اور عملی تعلق منقطع کر لیا ہے۔ ہم اگر رمضان کی برکات سے بہرہ ور ہونا چاہتے ہیں تو ہمیں اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں قرآن کو اوڑھنا بچھونا بنانا ہو گا۔ اے کاش!

اے کاش! رمضان میں جنم لینے والا پاکستان قرآن کی عملی تعبیر نظر آئے۔ اے کاش! رمضان کے روزے ہمیں ایسی توانائی بخش دیں کہ ہم موجود باطل نظام کا سر کچل سکیں جس نے دنیا میں ہمیں ذلت و رسوائی کے سوا کچھ نہیں دیا اور ہماری آخروی فلاح بھی مشکوک کر دی ہے۔ ایک بات یہ بھی کہی جاتی ہے کہ آج مسلمانان پاکستان جتنا قرآن پڑھتے ہیں آج جتنے بچے قرآن حفظ کر رہے ہیں اِس حوالہ سے ماضی قریب کی نسبت ہماری صورت حال بہت بہتر ہے پھر ہماری یہ ذلت و رسوائی کیوں۔ یقیناً یہ بات درست ہے کہ تلاوت قرآن اور حفظ قرآن میں اضافہ ہوا ہے اس کے فائدے سے ہم محروم نہیں رہیں گے ہم اس کے روحانی اثرات مرتب ہونے کے بھی مکمل طور پر قائل ہیں۔ لیکن ایک مثال جو اگرچہ پوری طرح منطبق نہیں ہوتی لیکن صرف متوجہ کرنے کے لیے عرض کیے دیتے ہیں کہ کبھی کسی مریض کو ڈاکٹر کا نسخہ صرف پڑھ لینے سے یا دوائیوں کے نام رٹ لینے سے افاقہ ہوا ہے۔ صرف اُس کے علم میں اضافہ ہو سکتا ہے کہ اس مرض کے لیے یہ دوائیاں کار آمد ہیں۔ اسی طرح جب تک ہم اپنی عملی زندگی میں قرآن سے رہنمائی حاصل نہیں کریں گے اور اس کتاب ہدایت کو اپنے دل و دماغ میں انڈیل نہیں لیں گے، اُس کے حکم پر آگے بڑھیں گے اور جس سے روک دے گا اس سے رک جائیں گے۔ کسی قسم کے لیت و لعل میں اور کسی قسم کی دلیل بازی میں نہیں پڑیں گے۔ تب ہم قرآن پاک سے حقیقی اور مکمل فائدہ حاصل کر سکیں گے۔ تب ہم حامل قرآن ہونے کے دعویٰ میں سچے ہوں گے۔ یہ ایک ایسا راز ہے جسے افشاں ہوئے پندرہ سو سال ہو چکے ہیں مسئلہ ہماری بیداری کا ہے، مسئلہ ہماری نیت کا ہے اور مسئلہ صرف عمل کا نہیں ضعفِ ایمان کا بھی ہے۔ آخر میں علامہ اقبال کا یہ شعر عرض کیے دیتے ہیں۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

قرآن کی عظمت اور افادیت

مسجد جامع القرآن، قرآن اکیڈمی، لاہور میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید حفظہ اللہ کے 17 جون 2016ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

حضرات محترم! رمضان اور قرآن کا باہمی تعلق جس قدر اہم ہے اسی قدر رمضان میں زیادہ سے زیادہ قرآن سے جڑنے کی بھی ضرورت ہے۔ دن کے روزے کا حاصل تقویٰ ہے اور قرآن متقین کے لیے ہدایت ہے۔ لہٰذا ہماری کوشش ہونی چاہیے کہ دن کا روزہ رکھ کر کم از کم ایک تہائی رات کے قیام کا اہتمام ضرور کریں تاکہ رمضان کے ان بابرکت لمحات میں قرآن سے زیادہ سے زیادہ ہدایت و راہنمائی حاصل کرسکیں۔ یہ قرآن بنی نوع انسان کے لیے اللہ تعالیٰ کا ایک عظیم تحفہ ہے جس کی عظمت کو ہم صحیح معنوں میں نہیں جان سکتے کیونکہ یہ اللہ کا کلام ہے، یہ کوئی عام کتاب نہیں ہے۔ اس کی عظمت کے بیان میں قرآن مجید کی جو اہم آیت ہے وہ سورۃ الحشر کی آیت 21 ہے۔

﴿لَوۡ اَنۡزَلۡنَا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ عَلٰی جَبَلٍ لَّرَاَیۡتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنۡ خَشۡیَةِ اللّٰهِ ؕ وَ تِلۡکَ الۡاَمۡثَالُ نَضۡرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ یَتَفَکَّرُوۡنَ ﴿۲۱﴾﴾ ”اگر ہم اس قرآن کو اُتار دیتے کسی پہاڑ پر تو تم دیکھتے کہ وہ دب جاتا اور پھٹ جاتا اللہ کے خوف سے۔ اور یہ مثالیں ہیں جو ہم لوگوں کے لیے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور کریں۔“

یعنی اگر عظمت قرآن کا اندازہ کرنا ہوگا تو اس مثال پر غور کیا جاسکتا ہے۔ اس تمثیل کو سمجھنے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کوہِ طور پر پیش آنے والے واقعہ کی یاددہانی ضروری ہے۔ یہ واقعہ سورۃ الاعراف کی آیت 143 میں بیان ہوا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب چالیس راتوں کے لیے کوہ طور پر گئے تو آپؑ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی: ﴿رَبِّ اَرِنِیۡۤ اَنۡظُرۡ اِلَیۡکَ ؕ﴾ کہ اے میرے رب! مجھے اپنا جلوہ دکھا، میں تجھے دیکھنا چاہتا ہوں۔ ﴿قَالَ لَنۡ تَرٰىنِیۡ﴾ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا کہ تم مجھے نہیں دیکھ سکتے۔ ﴿وَ لٰکِنِ انۡظُرۡ اِلَی الۡجَبَلِ﴾ البتہ تم اس پہاڑ کو دیکھو، میں اپنی تجلی اس پر ڈالوں گا۔ ﴿فَاِنِ اسۡتَقَرَّ مَکَانَهٗ فَسَوۡفَ تَرٰىنِیۡ ۚ﴾ تو اگر یہ پہاڑ اپنی جگہ قائم رہ سکا تو پھر تم بھی مجھے دیکھ سکو گے۔ ﴿فَلَمَّا تَجَلّٰی رَبُّهٗ لِلۡجَبَلِ﴾ پھر جب اس کے رب نے پہاڑ پر ایک تجلی ڈالی، یعنی نور کا پرتو جب پہاڑ پر پڑا تو ﴿جَعَلَهٗ دَکًّا﴾ اُس نے اس پہاڑ کو ریزہ ریزہ کرکے رکھ دیا۔ ﴿وَّ خَرَّ مُوۡسٰی صَعِقًا ۚ﴾ (الاعراف: 143) اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اس بالواسطہ تجلی کے مشاہدہ کی تاب نہ لاتے ہوئے بے ہوش ہوکر گر پڑے۔ اس واقعہ کے ساتھ آیت زیر مطالعہ میں بیان کی گئی تمثیل کی گہری مماثلت ہے۔ دونوں میں فرق صرف یہ ہے کہ کوہِ طور پر ”تجلّیِ ذات“ کا معاملہ تھا اور یہاں اس تمثیل میں ”تجلّیِ صفات“ کا ذکر ہے۔ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور کلام اپنے متکلم کی صفت ہوتا ہے۔ اس لیے جو تاثیر ذات باری تعالیٰ کی تجلی کی ہے عین وہی تاثیر کلام اللہ کی تجلی کی ہے۔ قرآن مجید میں عظمت قرآن کا موضوع مختلف مقامات پر ہے۔ سورۃ الواقعہ کے تیسرے رکوع میں فرمایا:

مرتب: ابو ابراهیم

﴿فَلَاۤ اُقۡسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوۡمِ ﴿۷۵﴾﴾ ”پس نہیں! قسم ہے مجھے ان مقامات کی جہاں ستارے ڈوبتے ہیں۔“

ماہرین فلکیات کے علم میں اب یہ بات آئی ہے کہ خلا میں بلیک ہولز بھی ہیں جہاں ستارے گرتے ہیں اور گرتے ہی ختم ہوجاتے ہیں۔ علم فلکیات بتاتا ہے کہ ستاروں پر بھی موت طاری ہوتی ہے۔ چاہے ان کی عمر بلین سال کیوں نہ ہو بالآخر اس کا خاتمہ ہوتا ہے۔ اس کے خاتمے سے جو خلا پیدا ہوتا ہے وہاں ایک عجیب سی کشش پیدا ہوجاتی ہے جو آس پاس سے گزرنے والے ستاروں کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے اور جو بھی ستارہ اس کی طرف کھینچ کر آتا ہے وہ ختم ہوجاتا ہے۔ ہماری زمین سے لاکھوں گنا بڑا سورج اور سورج سے لاکھوں گنا بڑے ستارے بھی اس کے اندر جاکر صفر ہوجاتے ہیں۔ پوری پوری گلیکسیز اس کے اندر ختم ہوجاتی ہیں۔

﴿وَ اِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوۡ تَعۡلَمُوۡنَ عَظِیۡمٌ ﴿۷۶﴾﴾ ”اور یقیناً یہ بہت بڑی قسم ہے اگر تم جانو!“

نزول قرآن کے وقت بلیک ہولز کا تصور نہیں تھا لہٰذا آج کا انسان سمجھ سکتا ہے کہ یہ کس قدر بڑی قسم اللہ نے کھائی تھی اور قسم کھا کر جو بات سمجھائی جارہی ہے وہ یہ ہے:

﴿اِنَّهٗ لَقُرۡاٰنٌ کَرِیۡمٌ ﴿۷۷﴾﴾ ”یقیناً یہ بہت عزت والا قرآن ہے۔“

موجودہ دور میں بلیک ہولز کا تصور قرآن کی عظمت اور اس کی عزت کا گواہ ہے۔

﴿فِیۡ کِتٰبٍ مَّکۡنُوۡنٍ ﴿۷۸﴾﴾ ”ایک چھپی ہوئی کتاب میں۔“

”مکنون“ میں جو نقشہ کشی ہے وہ ایسے ہی ہے جیسے سیپ کے اندر موتی ہوتا ہے۔ اسی طرح لوح محفوظ میں قرآن مجید کو جس انداز سے رکھا گیا ہے اور جو اس کی حفاظت کا سامان ہے اس کا ہم اندازہ نہیں کرسکتے۔

﴿لَّا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الۡمُطَهَّرُوۡنَ ﴿۷۹﴾﴾ ”اسے چھو نہیں سکتے مگر وہی جو بالکل پاک ہیں۔“

یعنی فرشتوں میں سے بھی جو سب سے اونچا مقام رکھنے والے ہیں وہی اس کے آس پاس اس کی حفاظت پر مامور ہیں۔

﴿تَنۡزِیۡلٌ مِّنۡ رَّبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ﴿۸۰﴾﴾ ”اس کا اتارا جانا ہے ربّ العالمین کی جانب سے۔“

یعنی اس کو عام کتاب نہ سمجھو۔ اس کی عظمت سب سے

زیادہ واقف وہی ہستی ہے جس کا یہ اپنا کلام ہے اور مخلوقات میں سے سب سے زیادہ واقف وہ ہستی ہے جس پر قرآن نازل ہوا۔ باقی ہم میں سے کوئی اس کا ادراک نہیں کرسکتا۔ البتہ قرآن کی افادیت کا پہلو ہمارے لیے بہت اہم ہے جس کے حوالے سے قرآن میں بہت سے مقامات پر راہنمائی ملتی ہے ، یہ تو بار بار کہا گیا ہے کہ یہ قرآن کتاب ہدایت ہے اور ہماری راہنمائی کے لیے نازل کی گئی ہے لیکن خاص طور پر سورۂ یونس کی دو آیات (57 اور 58) قرآن کی افادیت کے پہلو کو سمجھنے کے لیے بہت اہم ہیں۔

﴿یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ شِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوْرِ ۙ﴾ ”اے لوگو! آ گئی ہے تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے اور تمہارے سینوں (کے اَمراض) کی شفا“

انسان کے باطنی امراض میں دولت کی محبت، حرص، لالچ، بغض، کینہ، حسد وغیرہ اور اس کے حیوانی تقاضے شامل ہیں جو حدود سے تجاوز کر جاتے ہیں، ان سب امراض کا اعلاج قرآن کی تعلیمات میں ہے۔

﴿وَ هُدًى وَّ رَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۟﴾ ”اور اہل ایمان کے لیے ہدایت اور (بہت بڑی) رحمت۔“

دنیا انسان کے لیے دارالامتحان ہے اور امتحان میں کامیابی کے لیے جس راہنمائی کی ضرورت ہے وہ اعلیٰ ترین ہدایت نامہ یہ قرآن ہے۔ اس کے ساتھ ہی ساتھ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی شخص بھی جنت میں اپنے عمل کی بدولت داخل نہیں ہوسکے گا جب تک کہ اللہ کی رحمت بھی اس کے شامل حال نہ ہو اور اللہ کی رحمت کا سب سے بڑا ذریعہ بھی یہی قرآن ہے۔ جو اس کے ساتھ جڑ گیا وہ صراط مستقیم پا گیا اور اللہ کی رحمت بھی اس کے شامل حال ہو جائے گی۔ لہٰذا ہمارے اعتبار سے یہ عظیم ترین نعمت ہے جو اللہ کی طرف سے نوع انسانی کو عطا ہوئی۔ اسی لیے اگلے الفاظ یہ ہیں:

﴿قُلْ بِفَضْلِ اللّٰهِ وَ بِرَحْمَتِهٖ﴾ ”(اے نبی ﷺ! ان سے) کہہ دیجیے کہ یہ (قرآن) اللہ کے فضل اور اس کی رحمت سے (نازل ہوا) ہے“

رحمت اور فضل یہ دو چیزیں ہیں جن کی انسان کو سب سے زیادہ ضرورت ہے اور یہ جس کے شامل حال ہو جائیں اس سے بڑا خوش نصیب کوئی نہیں۔ ان دونوں کو جمع کر دیں تو یہ حاصلِ قرآن ہے۔ یعنی انسانوں پر سب سے بڑی رحمت اور سب سے بڑا فضل یہ قرآن ہے۔

﴿فَبِذٰلِكَ فَلْیَفْرَحُوْا ؕ﴾ ”تو چاہیے کہ لوگ اس پر خوشیاں منائیں!“

قرآن مجید میں کسی اور نعمت کے بارے میں یہ نہیں کہا گیا کہ اس پر تم جشن مناؤ۔ واقعی اس زمین پر اور آسمان کے نیچے اللہ کی سب سے بڑی نعمت یہ قرآن ہے۔ جس پر انسان جتنی بھی خوشیاں منائے کم ہیں۔

﴿هُوَ خَیْرٌ مِّمَّا یَجْمَعُوْنَ ۟﴾ ”وہ کہیں بہتر ہے ان چیزوں سے جو وہ جمع کرتے ہیں۔“

دنیا میں ہر انسان کی سوچ یہ بن گئی ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ دنیا کما لے۔ دنیا کے حصول میں ہر انسان خوب سے خوب تر کی تلاش میں ہے۔ حالانکہ سب سے جس چیز کو حاصل کرنے ، جمع کرنے اور محفوظ کرنے کی ضرورت ہے وہ یہ قرآن ہے جو نوع انسانی کے لیے سب سے بڑی نعمت ہے۔ احادیث میں بھی قرآن مجید کی عظمت کا ذکر ملتا ہے۔ حضرت عثمانؓ راوی ہیں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا:

((خیر کم من تعلم القرآن و علمه)) ”تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے“ (بخاری)

اسی طرح حضرت عمرؓ سے مروی ایک حدیث ہے:

”اللہ تعالیٰ اسی کتاب کے ذریعے سے کچھ قوموں کو بام عروج تک پہنچائے گا اور اسی کو ترک کرنے کے باعث کچھ کو ذلیل وخوار کر دے گا“۔

چنانچہ اس پہلو سے مسلمان اُمت کا مستقبل دنیا میں بھی قرآن کے ساتھ وابستہ ہے۔ علامہ اقبال نے جواب شکوہ میں جو بات کہی ہے وہ یہیں سے اخذ کی ہے۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلمان ہوکر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآن ہوکر

سیدھی سی بات ہے کہ اس زمین پر کائنات کے خالق کی نمائندہ اُمت ، محبوب رب العالمین ﷺ کے اُمتی ، آپؐ کے لائے ہوئے دین کے علمبردار ہم ہیں تو دنیا میں سب

پریس ریلیز 24 جون 2016ء

کراچی کے امن کو تہ و بالا کرنے والے عناصر ایک بار پھر سرگرم ہو گئے ہیں

چیف جسٹس سندھ کے بیٹے کا اغوا اور امجد صابری قوال کے قتل نے ضربِ عضب کی کامیابی پر سوالیہ نشان لگا دیا ہے

سیاسی اور عسکری قیادت کو سر جوڑ کر اپنی پالیسی پر نظرثانی کرنی پڑے گی

حافظ عاکف سعید

کراچی کے امن کو تہ و بالا کرنے والے عناصر ایک بار پھر سرگرم ہو گئے ہیں۔ یہ بات تنظیم اسلامی کے امیر حافظ عاکف سعید نے قرآن اکیڈمی لاہور میں خطاب جمعہ کے دوران کہی۔ انہوں نے کہا کہ چیف جسٹس سندھ کے بیٹے کا اغوا درحقیقت دہشت گردوں کا عدلیہ کو انتباہ ہے کہ وہ ابھی باقی ہیں اور جہاں چاہیں اور جیسی چاہیں دہشت گردی کا ارتکاب کر سکتے ہیں۔ یہ عدلیہ کو کھلم کھلا دھمکی ہے کہ وہ اُن کے خلاف فیصلہ کرتے ہوئے ذاتی سطح پر خطرناک نتائج کو سامنے رکھیں۔ امجد صابری قوال کے قتل پر اظہارِ تشویش کرتے ہوئے امیر تنظیم نے کہا کہ ایک بے ضرر انسان کے قتل نے ضربِ عضب کی کامیابی پر سوالیہ نشان لگا دیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اس سنگین صورتِ حال کا جائزہ لینے کے لیے سیاسی اور عسکری قیادت کو سر جوڑ کر بیٹھنا ہوگا اور یہ فیصلہ کرنا ہوگا کہ آیا موجودہ پالیسی جاری رکھی جائے یا اس پر نظر ثانی کی جائے۔ اس لیے کہ شہریوں کے جان و مال کی حفاظت حکومت کا بنیادی فریضہ ہے۔ ضربِ عضب کی کامیابی کے دعوے داروں کو اس کا مناسب جواب دینا ہوگا۔

(جاری کردہ: مرکزی شعبہ نشر و اشاعت، تنظیم اسلامی)

سے زیادہ مضبوط، سب سے زیادہ باعزت، سب سے زیادہ صاحب حیثیت اور سب سے اوپر مسلمانوں کو ہونا چاہیے تھا۔ لیکن اس کے برعکس آج مسلمان شکوہ کناں ہیں۔

رحمتیں ہیں تیری اغیار کے کاشانوں پر
برق گرتی ہے تو بے چارے مسلمانوں پر

پروردگار! تیری رحمت تو نظر آرہی ہے لیکن غیر مسلموں پر۔ ساری ترقی وہاں ہو رہی ہے، دنیا کے مزے وہ لوٹ رہے ہیں، دنیا کی نعمتوں سے فائدہ وہ اٹھا رہے ہیں اور ظلم و ستم کے پہاڑ ٹوٹ رہے ہیں تو بے چارے مسلمانوں پر، بے انصافی ہو رہی ہے تو مسلمانوں کے ساتھ، نسلوں کی نسلیں کاٹی جا رہی ہیں، برما کے مسلمانوں کے ساتھ کیا ہوا؟ لاکھوں بے دخل کر دیے گئے، لاکھوں قتل کر دیے گئے۔ کوئی پوچھنے والا نہیں۔ فلسطین میں کیا ہو رہا ہے؟ عراق میں کیا ہوا؟ حملے کا جو سبب بتایا گیا تھا معلوم ہوا کہ وہ سبب تو تھا ہی نہیں، غلط فہمی میں لاکھوں مسلمانوں کو شہید کر دیا گیا۔ یہاں تک کہ محبوب رب العالمین ﷺ کے خاکے بنائے جاتے ہیں۔ وہ رشدی انتہائی خبیث انسان جس نے اس کام کا آغاز کیا تھا آج بھی دندناتا پھر رہا ہے اور مسلمان اس شخص کو بھی کیفر کردار تک پہنچا نہیں سکے۔ حالانکہ اسی دھرتی پر پونے دو ارب مسلمان رہ رہے ہیں اور 57 اسلامی ممالک ہیں۔ مگر اتنے کمزور، بے بس اور لاچار۔ آخر یہ کیوں ہے؟ اقبال نے کہا تھا ؎

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور تم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

وہ سچے مسلمان تھے اور جو سچا مسلمان ہوتا ہے وہ قرآن مجید کو مضبوطی سے تھامتا ہے، اس کے لیے سب سے بڑی نعمت قرآن ہے اور وہ قرآن کے ساتھ جڑا ہوتا ہے۔

جب تک مسلمانوں کی قرآن کے ساتھ وفاداری رہی تو وہ پوری دنیا کی سپریم پاور تھے۔ مسلسل کئی صدیوں تک اللہ کا دین واقعی قائم تھا۔ اگرچہ اوپر کی سطح پر ملوکیت آگئی لیکن نظام بہت عرصے تک قائم رہا اور مسلمان بھی غالب اور سربلند رہے۔ لیکن جب مسلمانوں نے اللہ کے دین کے ساتھ بے وفائی اور غداری کی انتہا کر دی تو نتیجہ میں پوری امت غیر مسلموں کی محکوم بن کر رہ گئی۔ اب اگرچہ اللہ نے آزادی بھی دے دی ہے اور آزاد ہونے کے بعد سب سے بڑی غداری تو ہم نے کی ہے کہ اسلام کے نام پر ملک حاصل کیا اور نفاذ اسلام کے مخالف ہو گئے۔ یہ اللہ کی سنت ہے کہ کوئی کہے کہ میں دین کے لیے کام کروں گا تو اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے لیکن پھر اس کے بعد اس سے پھر جائے تو پھر دنیا میں ہی اس کے اوپر عذاب بھی آتا ہے۔ تو آج دین سے بے وفائی اور غداری کا یہ عالم ہے کہ مسلمانوں کے کسی ایک ملک میں بھی دین قائم نہیں ہے۔ لہٰذا سب سے بڑھ کر ذلت، مسکنت، عذاب آج مسلمانوں پر مسلط ہے۔ ایک اور حدیث جس کے راوی حضرت علیؓ ہیں میں نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: ''عنقریب ایک بہت بڑا فتنہ رونما ہو گا''۔ آنحضور ﷺ نے جس فتنے کی پیشین گوئی فرمائی تھی وہ حضرت عثمان ؓ کے آخری عہد میں رونما ہوا۔ یہ فتنہ ایک بدمعاش یہودی عبداللہ بن سبا کا اٹھایا ہوا تھا' جس میں حضرت عثمانؓ شہید ہوئے۔ اس کے بعد مسلسل چار سال تک جنگ ہوتی رہی اور حضرت علی ؓ کا پورا دورِ خلافت خانہ جنگی اور فتنے کی نذر ہو گیا۔ اس کے علاوہ اسلام جو پوری دنیا میں پھیلتا جا رہا تھا' اس کی نشاۃِ اولیٰ کا سیلِ رواں اندر کے فتنے اور خانہ جنگی نے روک دیا۔ حضرت علی ؓ فرماتے ہیں: ''میں نے عرض کیا: اے اللہ کے رسولؐ! اس سے نکلنے کا راستہ کون سا ہو گا''؟ آپؐ نے فرمایا: ''اللہ کی کتاب!'' فتنوں سے نکالنے والی شے اللہ کی کتاب ہو گی''۔

ایک دوسری حدیث میں آپؐ نے فرمایا اے مسلمانو! میں تمہارے درمیان ایسی چیز چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم اس کو تھام لو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ وہ اللہ کی کتاب ہے۔ ایک اور روایت میں فرمایا: ((کتاب اللہ وسنتی)) یعنی اللہ کی کتاب اور میری سنت۔ سنت بھی قرآن کی تشریح ہی ہے۔ فتنے سے بچ نکلنے کا راستہ بس قرآن کو مضبوطی سے تھام لینا ہے۔ آگے الفاظ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کا تعارف کروایا ہے۔ ((فِيهِ نَبَأُ مَا قَبْلَكُمْ وَخَبَرُ مَا بَعْدَكُمْ وَحُكْمُ مَا بَيْنَكُمْ)) ''اس قرآن میں خبریں ہیں ان کی جو تم سے پہلے گزر گئے (یعنی قوم نوحؑ قوم عادؑ قوم ثمودؑ قوم شعیبؑ آل فرعون) اور اس میں خبر ہے تم سے بعد والوں کی بھی' اور تمہارے مابین جو اختلافات ہو جائیں ان کا فیصلہ بھی اس کے اندر ہے''۔ ((هُوَ الْفَصْلُ لَيْسَ بِالْهَزْلِ)) ''یہ قرآن ایک فیصلہ کن کتاب ہے' یاوہ گوئی نہیں ہے''۔ یہ کوئی بے معنی بات نہیں ہے بلکہ قوموں کی تقدیر اس کے ساتھ وابستہ ہے، مسلمانوں کا مستقبل اس قرآن کے ساتھ وابستہ ہے۔ ''جو شخص اپنے تکبر کی وجہ سے اس قرآن کو ترک کر دے گا اللہ اسے پیس کر رکھ دے گا''

جو قرآن کو سرکشی کی بنیاد پر ترک کر دے اللہ اسے پیس کر رکھ دے گا۔ یہ بہت سخت وعید ہے۔ اس کے آگے تشریح آ رہی ہے۔

''اور جو کوئی قرآن کے سوا کسی اور شے میں ہدایت تلاش کرے گا اللہ اسے لازماً گمراہ کر دے گا'' ((وَهُوَ حَبْلُ اللّٰهِ الْمَتِيْنُ)) ''یہی ہے اللہ کی مضبوط رسّی''۔ سورۂ آل عمران کی آیت 103 میں ارشاد ہوا: ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠﴾ ''اللہ کی رسّی کو مل جل کر مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقے میں مت پڑو'' ((وَهُوَ الذِّكْرُ الْحَكِيْمُ)) ''اور یہی پُرحکمت ذکر ہے'' ((وَهُوَ الصِّرَاطُ الْمُسْتَقِيْمُ)) ''اور یہی صراط مستقیم ہے''۔ نماز کی ہر رکعت میں ہم ''اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ'' کے الفاظ میں اللہ تعالیٰ سے صراط مستقیم کی ہدایت طلب کرتے ہیں۔ اس حدیث میں صراحت آ گئی کہ صراط مستقیم یہی قرآن ہے۔ ((هُوَ الَّذِيْ لَا تَزِيْغُ بِهِ الْاَهْوَاءُ)) ''یہ وہ شے ہے جس کے ہوتے ہوئے خواہشات نفس (تمہیں) گمراہ نہیں کر سکیں گی''۔ اس قرآن سے رابطہ ہو گا تو خواہشات نفسانی ٹیڑھے رُخ پر نہیں لے جا سکیں گی۔ ((وَلَا تَلْتَبِسُ بِهِ الْاَلْسِنَةُ)) ''اور زبانیں اس میں گڑبڑ نہیں کر سکیں گی''۔ اس کے ساتھ سابقہ آسمانی کتابوں والا معاملہ کرنا ممکن نہیں ہو گا کہ ذرا سا زبان کو مروڑ کر پڑھا تو کچھ کا کچھ بن گیا۔ اس طرح اُن کتابوں میں تحریف ہو گئی۔ ((وَلَا يَشْبَعُ مِنْهُ الْعُلَمَاءُ)) ''اور علماء اس سے کبھی سیر نہیں ہو سکیں گے''۔ ((وَلَا يَخْلَقُ عَنْ كَثْرَةِ الرَّدِّ)) ''اور تکرار تلاوت سے اس پر کوئی باسی پن طاری نہیں ہو گا'' ((وَلَا تَنْقَضِيْ عَجَائِبُهُ)) ''اور اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے''۔ اس کے عجائبات کبھی ختم نہیں ہوں گے۔ قرآن سے علم و حکمت کے نئے سے نئے موتی اور ہیرے اور جواہرات برآمد ہوتے رہیں گے۔ ہر دور کے تقاضوں کے حوالے سے راہنمائی قرآن سے ملتی رہے گی۔ ((هُوَ الَّذِيْ لَمْ تَنْتَهِ الْجِنُّ اِذْ سَمِعَتْهُ حَتّٰى قَالُوْا : ﴿اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ﴾)) ''یہ وہ کتاب ہے کہ اسے جیسے ہی جنوں نے سنا فوراً پکار اٹھے: ہم نے ایک بہت خوبصورت قرآن سنا ہے جو سیدھے راستے کی طرف رہنمائی کرتا ہے' تو ہم اس پر ایمان لے آئے''۔ حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں:

((مَنْ قَالَ بِهٖ صَدَقَ، وَمَنْ عَمِلَ بِهٖ اُجِرَ، وَمَنْ حَكَمَ بِهٖ عَدَلَ، وَمَنْ دَعَا اِلَيْهِ هُدِيَ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ)) ''جس نے قرآن کی بنیاد پر بات کہی اُس نے سچ کہا' اور جس نے قرآن پر عمل کیا اس کا اجر محفوظ ہے' اور جس نے قرآن کی بنیاد پر کوئی فیصلہ دیا اس نے عدل کیا اور جس نے قرآن کی طرف بلایا اُسے تو سیدھے راستے کی طرف ہدایت دے دی گئی''۔

کسی اور کو ہدایت حاصل ہو یا نہ ہو یہ داعی کے ذمے نہیں ہے البتہ جو قرآن کی طرف بلا رہا ہے اس کی ہدایت یقینی ہے۔

❁ ❁ ❁

......رب کرے سولیاں

عامرہ احسان
amira.pk@gmail.com

امریکہ پاکستان کشیدہ تعلقات کا تازہ ترین مظہر طورخم پر پاک افغان فوجوں کے مابین جھڑپیں ہیں۔ منصور کے پردے میں خدا بول رہا ہے۔ اشرف غنی کٹھ پتلی حکومت کے پیچھے نچانے والے ہاتھ اب ایک سے دو بلکہ تین ہو چکے ہیں۔ امریکہ، بھارت اور ایران۔ پاکستان کو گھیرنے، دھمکانے میں اپنا کردار ادا کر رہے ہیں۔ افغان فوج مسکین تو صرف بھگوڑا ہونے میں طاق ہے۔ سو یہ کٹھ پتلی حملہ تھا۔ سیز فائر کے ساتھ ہی امریکی محکمہ خارجہ نے فرمادیا: طورخم پر صورتحال مزید خراب ہوتے نہیں دیکھنا چاہتے، یعنی بس اتنی خرابی مطلوب تھی۔ جو امریکی یوٹرن پر مہر ثبت کردے۔ ساتھ ہی پاک افغان بارڈر کے قریب ایک ڈرون حملہ بھی داغا گیا ہے۔ پاکستان نے 391 ڈرون حملوں کے بعد مسئلہ اقوامِ متحدہ میں اٹھادیا ہے۔ ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا! اصلاً یہ نادر موقع ہے امریکی کمبل سے جان چھڑانے کا۔ لیکن ہم امریکی جنگ کی دلدل میں اتنے گہرے اتر چکے ہیں کہ نکلنے کی کوشش کی بھی جائے تو مزید دھنسنے کا سامان بنتا ہے۔ امریکی کولیشن سپورٹ فنڈ، ہیروئن کے نشے سے کم نہیں۔ اس کے بغیر ہماری معیشت سسکنے لگتی ہے۔ اندرون ملک بے شمار اداروں اور لوگوں کا روزگار اس جنگ سے منسلک ہے۔ سو یہ سانپ کے منہ میں پھنسی چھچھوندر ہے جو نہ اگلنا ممکن ہے نہ نگلنا۔ ہماری اس کمزوری سے ہماری دشمنی پر کمربستہ تمام قومیں بھرپور فائدہ اٹھا رہی ہیں، ہم طورخم بارڈر سے نمٹ رہے تھے کہ اُدھر سے ایران بھی بول اٹھا۔ بلوچ علیحدگی پسند پاکستانی صوبے بلوچستان میں ہیں۔ اور وہاں سے ایران پر حملے کرتے ہیں، امریکہ نے نوشکی میں حملہ کر کے جو ہمارے صحن کی دیوار گرائی تھی تو سب ہی نے راستہ بنالیا۔ اس کا جواب ذاتی مفادات، ذاتی برتری، اداروں کی آپا دھاپی اور دھونس سے بالاتر ہو کر یک جان و یک زبان ہو کر ہی دیا جا سکتا تھا۔ لیکن اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ قیادتیں جسمانی اور کہیں نفسیاتی عوارض میں غلطاں و پیچاں ہیں۔

ملک چلانے کے لیے جس فہم و تدبر، دور بینی، اخلاص، صداقت، شجاعت، عدالت کی ضرورت ہوتی ہے، وہ ہر سطح پر ناپید ہیں۔ لے دے کر میڈیا کے ڈھنڈورچی، ٹویٹر اور بندوق، بوٹ باقی ہیں۔ یہ ضرور ہے کہ یہ ملک بنا معجزے سے تھا، چلا بھی معجزے پر تھا، ایسی ہی اول جلول کیفیات میں ایٹمی جرعے پی کر اکڑ کر دنیا میں معجزانہ طور پر کھڑا ہو گیا۔! سو جس رب کی مشیت نے آج تک اسے سب کچھ عطا کیا ہے اسی پر نگاہ اب بھی جمی ہے۔ ورنہ ملکی حالات اور قیادت کا بحران تو اہل دل کو فوت کر دینے کو کافی ہے! پنجابی محاورے کے مطابق ہماری ساری الٹی حرکتیں اللہ ہی نے سیدھی کی ہیں تو ہم چل پائے ہیں۔ 'بندہ کرے کولیاں تے رب کرے سولیاں' سو اس گھمبیر ترین صورتحال سے اللہ ہی ہمیں نکالنے پر قادر ہے کیونکہ ان اللہ علیٰ کل شیءٍ قدیر o

بھرے رمضان میں موم بتی برانڈ سول سوسائٹی کے اپنے کھڑاگ چلتے ہیں۔ عورت پر تشدد کے حوالے سے جو بحث چل نکلی تھی وہ ایک نادر موقع ہاتھ آجانے سے مقدموں تک جا پہنچی ہے۔ نظریاتی کونسل کی سفارشات نے ان کی دم پر پاؤں رکھ دیا تھا۔ سو واویلا ان کے نکتہ نظر سے دیکھا جائے تو بجا ہے۔ معاشرتی بگاڑ سے متعلق اشتہارات میں عورت کے کام کرنے پر پابندی ہوگی، یہ تو سارے اشتہار ڈالر یافتہ ہوتے ہیں جو کتنی ایسی عورتوں کا روزگار، کپڑے، میک اپ کا سامان فراہم کرتے ہیں۔ نظریاتی کونسل کو زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں کم از کم اسلام آباد کی حد تک مسلسل آندھیوں نے عورت بھرے اشتہاروں کا صفایا کر دیا ہے۔ تاہم بل بورڈوں کا جان لیوا ہونا شاید فکر انگیز ہو۔ اس پر سیکولر نوعیت کی سفارش کر دی جائے تو اعتراض نہ ہوگا۔ اسی طرح غیر محرموں کے ساتھ تفریحی دوروں، آزادانہ میل جول، غیر ملکی مہمانوں کے استقبال پر پابندی کی سفارش تو ان کی سمجھ سے بھی بالاتر ہوگی۔ غیر محرم؟ یہ اصطلاح ہی ان کے لیے نامحرم ہے! ہمارے سفیر متعین امریکہ کے کاندھے سے لگا امریکی خاتون اول کا کھلکھلاتا چہرہ اخبارات میں صفحۂ اول پہ شائع ہوا۔ سفیر صاحب اور ان کی بیگم کی خوشی دیدنی تھی۔ قرب کی یہ معراج اگر سفیر صاحب کے لیے معیوب نہیں تو کون سا آزادنہ میل جول ہے جس کا اس سفارش میں تذکرہ ہے۔ اگرچہ اس کے بعد امریکہ ہم سے بگڑ بیٹھا ہے۔ تاہم روشن خیالی سے حکومت کے ہاتھ دھو لینے کے تو کوئی امکانات دور دور نہیں پائے جاتے۔ سو نامحرم نام کی کوئی جنس پاکستان میں سول سوسائٹی حلقوں میں پائے جانے کا سوال نہیں۔ پردہ آخر کس سے ہو جب مرد ہی زن ہو گئے۔ آرٹ کے نام پر رقص، موسیقی، مجسمہ سازی کی تعلیم پر پابندی، کی سفارش بھی محل نظر ہے۔ تعلیمی اداروں میں رقص موسیقی تعلیم سے بھی زیادہ اہم ہے۔ ہم نصابی سرگرمیوں کے نام پر باقی نصاب سمیٹ دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ تازہ ترین خبر یہ ہے کہ پاکستانی یونیورسٹیاں عالمی میعار میں شرمناک تنزلی کا شکار ہیں۔ ایشیا کی (دنیا بھر کی نہیں!) 100 بہترین یونیورسٹیوں میں پاکستان کی ایک بھی یونیورسٹی شامل نہیں! روشن خیالی کے ایجنڈوں پر تو ہمیں عالمی ادارے ساری ایڈ فراہم کر رہے ہیں۔ ٹھیٹھ، خالص تعلیمی سرگرمیاں رہ جائیں تو ہم ترقی خاک کریں گے۔ سو فی الحال ہمیں ترقی کرنے دیں۔ رکاوٹیں کھڑی نہ کریں۔ رہے مجسمے تو ہم نے قومی بابوں کو بھی پتھرا کر (ان کے خوابوں، تصورات اور نظریے سمیت) شکر پڑیاں میوزیم اونچی جگہ بنا دیا۔ بت شکن انبیاء کے نام پر اسلام درس ہائے توحید دیتا رہے۔ تاہم اسلام آباد میں ان مجسموں کو بلندی پر ایستادہ کر دیا۔ رحمت کے فرشتوں کو خبر رہے جو مجسموں سے، تصاویر سے گریزاں ہوتے ہیں! بانی پاکستان اور مصور پاکستان علامہ اقبال گویا پتھرائی نظروں سے اس پاکستان کو دیکھ رہے ہیں جو ان کی محنتوں اور تصورات کی پتھرائی ہوئی ایک تصویر بن کر رہ گئی ہے!

البتہ ماروی سرمد صاحبہ کا یہ فرمان سمجھ نہ آیا کہ بل کے تحت شوہر کو بیوی کی تادیب کے لیے جو ہلکی پھلکی سزا کا حق دیا گیا ہے اسے انہوں نے کہا کہ: ''یہ پاکستان کو صدیوں پیچھے لے جانے کی سازش ہے۔'' شاید وہ بھول رہی ہیں کہ جس سول سوسائٹی کی وہ رکن رکین ہیں اس کے بزرگوار (God Father) اور مربّی امریکہ، مغرب میں یہ جدید ترین ترقی یافتہ تہذیبی (یا بدتہذیبی) رویے ہیں۔ گوگل کر دیکھئے (پھر اس سے کہیے گا۔ آپ بھی شرمسار ہو

مجھ کو بھی شرمسار کر!) خوفناک المناک، شرمناک اعداد و شمار سامنے آئیں گے۔ (ہلکی پھلکی سزا نہیں، ہڈی توڑ، بھرکس نکال تشدد اور مار پیٹ کے) سگے شوہروں کے ہاتھوں کم اور بوائے فرینڈز کے ہاتھوں زیادہ۔ شادی کا تو انہوں نے قصہ ہی تمام کر دیا۔ اب راہ چلتے بوائے فرینڈ رہ گئے ہیں سوان کے ہاتھوں نیل پڑتے، جسمانی، نفسیاتی عذاب عورت (جو خود بھی چنڈال ہے) کے حصے رہ گئے ہیں۔ یہ مغربی تہذیب کے سائڈ ایفیکٹ ہیں! اسلام جس عورت اور جس مرد کی بات کرتا ہے وہ مخلوق ہی دوسری ہے۔ وہ عورت لائق تادیب ہوتی ہی نہیں۔ پلکوں پہ بٹھائے جانے کے لائق ہوتی ہے اور بٹھائی جاتی ہے۔ اس عورت کے لیے اسلام سراپا احترام، شفقت اور مہربانی ہے۔ محفوظ آبگینہ ہے، عزت، وقار اور تقدس کی علامت ہے۔ مرد مار، مرد یار قسم کی عورت کے لیے وہ تقدس کہاں! ہماری خواتین کا المیہ یہ ہے کہ وہ آدھی تیتر آدھی بٹیر ہو چکی ہیں۔ مغرب اور اس کی تعلیم و تربیت ورکشاپوں ڈالروں کے زیر اثر دھانسو نیم مرد عورت۔ لیکن حقوق اسے وہ درکار ہیں جو ایک خانہ نشین، مومنات غافلات جیسی معصوم جان عورت کو اسلام فراہم کرتا ہے۔ مرد کو اس کے تحفظ اور تمام تر ضروریات کی فراہمی کا پابند بناتا ہے۔ یہ عورت یوں بھی تادیب طلب نہیں ہوتی! ہمارے معاشرے پر عورت پر ظلم کا سرچشمہ قدیم ہندوانہ، جاگیردارانہ جاہلیت ہے یا جدید مغربی جاہلیت۔ اسلام سے اس کا کیا واسطہ؟ سو یہ غلط مبحث ہے۔ علماء بھڑوں کے اس چھتے میں ہاتھ ڈالنے سے گریز ہی فرمائیں۔ سینیٹر حمد اللہ نے پشتو محاورہ بول کر قیامت مول لے لی۔ اردو زبان میں اس کی معیوبیت نے ماروی اور اینکر کی اگلی پچھلی ساری جھاڑ جھپٹ بداخلاقی پر پردہ ڈال دیا! سو احتیاط لازم ہے۔

شب قدر کیا ہے؟

شاہ وارث

رمضان المبارک کے آخری عشرے کی راتوں میں سے ایک مبارک رات وہ ہے جسے سورۃ القدر میں شب قدر کہا گیا ہے۔ یہ رات جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، بہت ہی قدر و منزلت اور خیر و برکت کی حامل ہے۔ یہ وہ رات ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی آخری کتاب قرآن عظیم الشان کو اُتارا اور یوں پوری انسانیت کے لیے رُشد وہدایت کا راستہ فراہم کیا۔ نزولِ قرآن کی نسبت سے اللہ تعالیٰ نے اس رات کو ہزار مہینوں سے بہتر اور افضل قرار دیا۔ اس شب کو ''قدر'' کا نام بھی اس وجہ سے دیا گیا ہے کہ رب کائنات نے اپنی قابل قدر کتاب، اپنے قابلِ قدر رسول ﷺ پر نازل فرمائی۔ ارشادِ نبویؐ ہے کہ ''یہ مقدس رات صرف میری اُمت کو عطا کی گئی ہے۔ سابقہ امتوں میں سے یہ شرف کسی کو بھی نہیں ملا۔''

حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''شب قدر کو جبرائیل امین فرشتوں کے جھرمٹ میں زمین پر اُتر آتے ہیں اور ہر اس شخص کے لیے دُعائے مغفرت کرتے ہیں جو کھڑے، بیٹھے، لیٹے (گویا کسی بھی حال میں) اپنے ربّ کی یاد میں مشغول ہو۔''

شب قدر کے متعلق تعین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا کہ اس سے مراد کون سی رات ہے۔ نبی کریم ﷺ نے اس بارے میں صرف اتنا فرمایا کہ اسے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔ البتہ اُمت کے جمہور علماء کا احادیث نبویہؐ اور اقوال صحابہؓ کی روشنی میں تقریباً اتفاق ہو چکا ہے کہ وہ رمضان کی ستائیسویں شب ہے۔ ستائیسویں کی رات کو ترجیح دیتے ہوئے ترجمان القرآن حضرت عبداللہ ابن عباس ؓ نے جو دلیلیں دی ہیں، وہ بڑی دلچسپ اور خاصی وزنی معلوم ہوتی ہیں۔ ان کی ایک دلیل یہ ہے کہ لفظ ''لیلۃ القدر'' کے 9 حروف ہیں اور اس سورۂ مبارکہ میں یہ لفظ تین بار آیا ہے، ان حروف کا مجموعہ 27 بنتا ہے۔ وہ دوسری دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ سورۃ القدر کے کل 30 الفاظ ہیں، لیکن جس لفظ کے ساتھ اس رات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے وہ ''ھِیَ'' ضمیر ہے اور لفظ ''ھِیَ'' اس سورت کا 27 واں لفظ ہے۔ آپؓ ایک اور دلیل یہ بھی پیش کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کو طاق عدد پسند ہے اور طاق اعداد میں سات کے عدد کو کچھ زیادہ ہی ترجیح حاصل ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے سات آسمان اور سات زمینیں بنائیں، ہفتے کے سات دن مقرر کیے، اسی طرح خانہ کعبہ کے طواف کے چکر بھی سات ہی بنتے ہیں۔ اِس تفصیل کے باوجود حقیقت یہ ہے کہ ربّ کریم اور اس کے برگزیدہ نبی حضرت محمد ﷺ نے اس رات کو مخفی رکھا ہے، تاکہ لوگ صرف ایک ہی رات نہیں، بلکہ اِس رات کی تلاش میں کئی کئی راتیں عبادت کریں۔

رمضان کے آخری عشرہ میں آپؐ کے معمولات کے حوالہ سے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ ؓ فرماتی ہیں ''جب رمضان المبارک کا آخری عشرہ آتا تو رسول اللہ ﷺ کمر بستہ ہو جاتے تھے، رات بھر جاگتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے۔'' ہماری یہ محرومی اور کم نصیبی ہے کہ دُنیا کی حقیر اور معمولی سے معمولی چیزوں کے حصول کے لیے تو کئی کئی راتیں جاگ کر بسر کر لیتے ہیں، مگر 80 سال کی عبادت سے افضل عبادت کو سمیٹنے کے لیے رمضان کے عشرۂ اخیرہ کی چند راتیں جاگ نہیں سکتے۔ حالانکہ یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے، بشرطیکہ حوصلہ ہو، ایک مصمم ارادہ ہو، جنت کا شوق ہو، جہنم کا خوف ہو، اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دیدارِ الٰہی کی خواہش اور آرزو قلب وروح میں جاگزیں ہو۔ اگر یہ چیزیں ہوں تو پھر یہ راتیں قیام، رکوع وسجود میں آسانی بسر کی جا سکتی ہیں۔

ضرورت رشتہ

دینی مزاج کی حامل آرائیں فیملی کو اپنی بیٹی، عمر 26 سال، تعلیم ایم فل میتھ، لیکچرار (سرکاری ملازمت) صوم وصلوٰۃ اور پردہ کی پابند کے لیے بلاذات دیندار گھرانے سے اعلیٰ تعلیم یافتہ، ملازمت پیشہ یا بزنس مین دراز قد لڑکے کا رشتہ درکار ہے۔ (قابل ترجیح لاہور وگردونواح)

برائے رابطہ: 0333-4719918

عیدالفطر: رمضان کا انعام اور ثمرہ

فرید اللہ مروت

عید کا لفظ ''عود'' سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ''بار بار'' آنا۔ چنانچہ اس دن کو عید اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ دن بار بار یعنی ہر برس آتا ہے۔ ''الفطر'' کے معنی روزہ کھولنے کے ہیں۔ اس لحاظ سے عید الفطر اس عید کو کہتے ہیں جو فرزندانِ توحید رمضان المبارک کے روزے کا فرض ادا کرنے کی خوشی میں شوال کی پہلی تاریخ کو مناتے ہیں۔ گویا عید الفطر روزوں کی بخیر وخوبی تکمیل کی تقریب مسرت ہے۔ سیماب اکبر آبادی نے عید کے بارے میں کیا خوب کہا ہے:

ہنستی ہوئی صبح روز عید آئی ہے
لے کے نئے جذبات سعید آئی ہے
یہ خوشخبری روزہ داروں کے لیے
روزے جو گئے ان کی رسید آئی ہے

انسانی تاریخ کے مطالعے سے پتہ چلتا ہے کہ ہر قوم کے ہاں سال میں کچھ ایسے دن ملتے ہیں جو ان کے لیے مسرت وشادمانی کے دن ہوتے ہیں۔ ہر قوم اپنی عید کے لیے پہلے ہی سے تیاری کرتی ہے اور پھر ان عید کے دنوں کو خاص اہتمام کے ساتھ مناتی ہے۔ یہودی دس محرم کو ''پشاخ'' مناتے ہیں۔ اس کے علاوہ ''شودس''، ''یوم کیوڈ'' اور ''سکوت'' وغیرہ اُن کے خوشی کے دن ہیں۔ عیسائیوں کے ہاں ''کرسمس'' (میلادِ مسیح) اور ''ایسٹر'' جشن کے ایام کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ہندوؤں کے ہاں بسنت، لوہڑی، اور ہولی ایامِ خوشی کی حیثیت رکھتے ہیں۔

حدیث میں عید کے دنوں کو ایام اکل وشرب یعنی کھانے پینے کے دنوں سے یاد کیا جاتا ہے۔ عید سے مراد وہ دن ہے جس میں مسرت وشادمانی حاصل ہو۔

قرآن مجید میں عید کا ان الفاظ میں ذکر ہے:
﴿رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا﴾ (المائدہ:114)

''اے ہمارے پروردگار! ہم پر آسمان سے خوان نازل فرما کہ ہمارے لیے وہ (دن) عید (خوشی) قرار پائے۔''

نبی کریم ﷺ جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہل مدینہ کو سال کے دو دنوں میں (لہو ولعب) خوشیاں مناتے دیکھا۔ پوچھا: یہ کیسے دن ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ زمانۂ جاہلیت میں ہم ان دو دنوں میں کھیل تماشا کرتے تھے۔ ارشاد ہوا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ان سے بہتر دو دن مقرر فرما دیے ہیں: ایک عید الفطر اور دوسرا عید الاضحیٰ (ان دنوں میں تم اللہ تعالیٰ کی کبریائی وعظمت بیان کر کے دلوں کو سکون دو اور آپس میں میل ملاقات اور ایک دوسرے کو تحفے تحائف سے خوشیاں حاصل کرو) (رواہ ابوداؤد)

مسلمانوں اور غیر مسلموں کے تہواروں میں بنیادی فرق یہ ہے کہ غیر مسلم عید منانے کے لیے ہر قسم کے دنیاوی ساز وسامان، شراب وکباب، نغمہ وسرود، عیش وعشرت سے دل کو عارضی سکون پہنچاتے ہیں اور اس دن اپنے آپ کو تمام اخلاقی اور مذہبی پابندیوں سے آزاد سمجھتے ہیں۔ جب کہ مسلمان اس کے برعکس ہر جشن اور خوشی اپنے مولا ومالک کی رضا اور سنت نبوی ﷺ کی پیروی کرتے ہوئے مناتے ہیں۔ مسلمانوں کے لیے عید کا دن اللہ کے اس عظیم احسان پر کہ انہیں اسلام جیسا دین اور قرآن جیسی کتاب ملی اور ملّتِ ابراہیمی کا پیروکار اور امام الانبیاء کے اُمتی ہونے کا شرف ملا، شکرانے کا دن ہے۔ چنانچہ وہ نمازِ عید ادا کر کے اجتماعی طور پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں اور اس کے دین کو سربلند رکھنے کا عہد کرتے ہیں۔

عید الفطر کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہلِ ایمان کے لیے عام بخشش کا اعلان ہوتا ہے۔ مسلمان ماہ رمضان پورا مہینہ روزے رکھ کر، نماز تراویح ادا کر کے اور اللہ کے گھروں میں اعتکاف بیٹھ کر اللہ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں اور اپنے خالق ومالک کو خوش کرنے کی جدوجہد کرتے ہیں، پورے تیس دن عبادت میں گزار کر یکم شوال کو اللہ کے سامنے اکٹھے ہوتے ہیں، عبادتوں کی قبولیت کی دعا کرتے ہیں، اپنی کوتاہیوں پر ندامت کا اظہار کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے گناہ معاف کر کے ان پر انعامات کی بارش فرماتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ رمضان میں ہر روز افطار کے وقت ایسے دس لاکھ گناہ گاروں کو جہنم سے خلاصی مرحمت فرماتے ہیں جو (اپنی سیاہ کاریوں کی وجہ سے) جہنم کے مستحق ہو چکے تھے۔ پھر جب رمضان کا آخری دن آتا ہے، اس دن اللہ پورے رمضان میں جتنے لوگوں کو معافی مل چکی ہوتی ہے، اتنے ہی گناہ گاروں کو معاف کر دیتا ہے۔ جب عید الفطر کی رات ہوتی ہے تو اس کا نام (آسمانوں پر) لیلۃ الجائزہ (انعام کی رات) سے لیا جاتا ہے اور جب عید کی صبح ہوتی ہے تو حق تعالیٰ شانہٗ فرشتوں کو (مسلمانوں کے) تمام شہروں میں بھیج دیتے ہیں۔ وہ زمین پر اُتر کر تمام گلیوں اور راستوں کے سروں پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور ایسی آواز سے پکارتے ہیں جس کو جن اور انسان کے سوا ساری مخلوق سن سکتی ہے۔ محمد ﷺ کی اُمت کے لوگو! اپنے گھروں سے نکلو اور اس رب کے سامنے حاضر ہو جاؤ جو بہت زیادہ عطا کرنے والا ہے اور بڑے سے بڑے گناہ کو معاف کر دینے والا ہے۔ پھر جب لوگ عید گاہ میں حاضر ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرشتوں سے پوچھتے ہیں اس بندۂ مزدور کا کیا حق بنتا ہے جو اپنا کام پورا کر لے۔ فرشتے عرض کرتے ہیں، یا اللہ اس کا حق یہ بنتا ہے کہ اسے اس کی مزدوری پوری پوری دے دی جائے۔ باری تعالیٰ فرماتے ہیں: فرشتو! گواہ رہنا میں نے ان بندوں کو رمضان کے روزوں اور تلاوت قرآن کے بدلے میں اپنی رضا ومغفرت عطا کر دی۔ اور پھر اللہ تعالیٰ (اپنے بندوں سے) فرماتے ہیں، اے میرے بندو! مجھ سے مانگو۔ مجھے میری عزت وجلال کی قسم، آج کے اس اجتماع میں تم اپنی آخرت کے لیے جو کچھ مانگو گے عطا کروں گا اور دنیا کے بارے میں جو سوال کرو گے، اس میں تمہاری مصلحت کو مدنظر رکھ کر پورا کروں گا۔ میری عزت کی قسم کہ جب تک تم میرا خیال رکھو گے میں تمہاری لغزشوں کو معاف کرتا رہوں گا۔ مجھے میری عزت وجلال کی قسم میں کفار کے سامنے تمہیں رسوا نہیں کروں گا۔ اب بخشے بخشائے اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ۔ تم نے مجھے راضی کر دیا اور میں تم سے راضی ہو گیا۔'' (رواہ البیہقی)

ایک اور حدیث میں حضور ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص بیدار رہا عیدین کی دونوں راتوں میں طلب ثواب کے لیے اس کا دل نہ مرے گا، اُس دن جس دن سب دل مُردہ ہوں گے۔'' (رواہ ابن ماجہ)

عید الفطر تشکر اور خوشی کا دن ہے۔ اس لیے اس دن اچھا کھانا پکانے اور اچھا لباس پہننے اور غرباء ومساکین کی امداد کرنے کا حکم ہے۔ عید کے دن صاحب نصاب صدقہ فطر بھی ادا کریں جو اُن پر واجب ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ صدقہ فطر روزوں کو لغو اور گندی باتوں سے پاک کرنے کے لیے اور مسکینوں کی روزی کے لیے مقرر

کیا گیا ہے۔ (یاد رہے صدقہ فطر نماز عید سے پہلے ادا کر دیا جانا چاہیے) (رواہ ابوداؤد)

ہمیں چاہیے کہ خوشی کے ان لمحات میں اپنے اڑوس پڑوس میں غریبوں، بیواؤں، ناداروں اور یتیموں کو اپنی خوشی میں شامل کریں۔ انہی حقوق کی رعایت و پاسداری کو مثالی معاشرت کہتے ہیں۔

ایک حدیث پاک میں ہے: ''جو شخص یتیم کی کفالت کرے گا اور محبت و شفقت سے اس کی سر پر ہاتھ پھیرے گا، اس کے ہاتھ کے نیچے جتنے بال آئیں گے، اللہ تعالیٰ اس کے نامہ اعمال میں اتنی ہی نیکیاں لکھ دے گا''۔ (مسند احمد)

مزید فرمایا: ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس کو مصیبت کے وقت تنہا نہیں چھوڑتا۔ جو شخص اپنے بھائی کی مدد کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی مدد کرتا ہے۔ جو شخص کسی مسلمان کی مشکل دور کرے گا اللہ تعالیٰ اس کے بدلے قیامت میں اسے سختی سے دور فرمائے گا۔''

عید کے دن کی سنتیں

عید کے دن کی تیرہ سنتیں ہیں:

1۔ صبح کو بہت جلد اٹھنا
2۔ شرع کے مطابق اپنی آرائش کرنا
3۔ غسل کرنا
4۔ مسواک کرنا
5۔ حسبِ استطاعت عمدہ کپڑے پہننا (نئے کپڑے ضروری نہیں، موجود کپڑوں میں جو اچھے ہوں)
6۔ خوشبو لگانا
7۔ عیدگاہ جلدی جانا
8۔ عیدگاہ جانے سے پہلے کوئی میٹھی چیز کھانا
9۔ عیدگاہ جانے سے پہلے صدقہ فطر ادا کرنا
10۔ عید کی نماز عیدگاہ میں پڑھنا۔
11۔ ایک راستہ سے عیدگاہ جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا۔
12۔ عیدگاہ جاتے ہوئے راستہ میں آہستہ آہستہ ''اللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر، لا اِلٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر، اللّٰہ اکبر و للّٰہِ الحمد'' کہتے ہوئے جانا۔
13۔ سواری کے بغیر پیدل (اگر ممکن ہو) عید گاہ جانا (نورالایضاح)

عیدالفطر کے تقاضے

رمضان المبارک کا مہینہ انسان کے تزکیۂ نفس کا مہینہ ہے۔ رمضان میں ہم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرتے ہوئے صبح سے لے کر شام تک اپنا منہ بند رکھتے ہیں اور اپنی آنکھیں، کان اور دماغ کو لغو باتوں سے دُور رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ گویا رمضان کا مہینہ ایک ریفریشر کورس کی حیثیت رکھتا ہے۔ اگر کوئی اس مہینہ میں اللہ تعالیٰ کے دیئے گئے احکامات کی پیروی کرتا ہے اور حقیقی معنوں میں روزہ رکھنے کا حق ادا کرتا ہے، وہ عید کی حقیقی خوشیوں کا حقدار ہے۔ اللہ نے ہمیں رمضان کی صورت میں ریفریشر کورس کروا کر ہم پر احسان کیا۔ اور رمضان کے روزے رکھنے کی توفیق دی اور عیدالفطر کی شکل میں ہمیں خوشی کا دن نصیب کیا۔

ہم نے اگر عید کا مقصد فقط نئے کپڑے پہننا، ملنا جلنا، عیاشی کرنا، فضول خرچی کرنا اور آوارہ گردی کرنا بنا لیا ہے تو یہ مسلمانوں کی عیدالفطر نہیں بلکہ غیر مسلموں جیسا کوئی تہوار ہوگا۔ جس طرح غیر مسلموں کے ہاں عید کو محض دُنیاوی لذتوں کا حصول اور اس دن اپنے آپ کو تمام اخلاقی اور مذہبی پابندیوں سے اپنے آپ کو آزاد سمجھنا ہوتا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے ایک مناسب حد تک عید کے دن خوشی کے اظہار کی بھی اجازت دی ہے بشرطیکہ اس میں کسی گناہ کا ارتکاب نہ ہو۔ بخاری شریف کی ایک حدیث کا مفہوم ہے۔ حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ ان کے پاس عید کے دن انصار کی بچیاں دف بجا کر کچھ اشعار گا رہی تھیں کہ نبی اکرم ﷺ تشریف لے آئے لیکن آپؐ نے انہیں منع نہیں فرمایا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت ابوبکر صدیق ؓ تشریف لائے اور انہوں نے ان بچیوں کو منع کیا تو آپؐ نے فرمایا، اے ابوبکرؓ انہیں گانے دو، ہر قوم کا ایک عید کا دن ہوتا ہے اور آج ہماری عید ہے۔ اس طرح عید کے دن کچھ حبشی ڈھالوں اور برچھیوں سے کھیل رہے تھے، تو میں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی، یا آپؐ نے خود فرمایا کیا تو تماشا دیکھنا چاہتی ہے؟ تو میں نے کہا ہاں! تو آپؐ نے مجھے اپنے پیچھے کھڑا کیا میرا منہ آپ ﷺ کے کان مبارک کے قریب تھا، آپؐ نے فرمایا کہ اے بنی ارفدہ (حبشیوں کا لقب)! کھیلو کھیلو، یہاں تک کہ جب میں اُکتا گئی تو آپؐ نے فرمایا بس؟ تو میں نے کہا جی ہاں! آپؐ نے فرمایا تو چلی جا۔''

اگر ہم عید کے دن اپنا احتساب کریں تو معلوم ہوگا کہ ہم میں سے اکثر نوجوان عید کے دن ایسی سرگرمیوں میں مشغول ہوتے ہیں گویا رمضان المبارک کے خاتمے پر انہوں نے سکھ کا سانس لیا ہے۔ اور غیر مسلموں کو یہ دکھاتے ہیں گویا ہم رمضان المبارک کی قید سے آزاد ہو گئے ہیں۔

حقیقی مسلمان تو رمضان المبارک کے خاتمہ پر دُکھی سا ہوتا ہے کہ آج وہ ماہ مبارک اختتام پذیر ہوا جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں برستی تھیں۔ ایک نیکی کا ثواب سات سو گنا تک عطا فرماتا تھا۔ اس لیے ہمیں چاہیے کہ رمضان المبارک کے بعد بھی گیارہ مہینے اپنے ان معمولات کو جاری رکھیں اور اپنے پروردگار کو راضی رکھیں۔

دعائے صحت کی اپیل

خانیوال کے رفیق جناب غلام محی الدین کے بھائی کا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔
اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ، عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔
قارئین اور رفقاء واحباب سے بھی دعائے صحت کی اپیل کی جاتی ہے۔

دعائے مغفرت کی اپیل

☆ ملتان شہر کے رفیق جناب خواجہ مظہر نواز صدیقی کی والدہ وفات پا گئیں
☆ ملتان غربی کے رفیق جناب حمزہ محمد درانی کے والد وفات پا گئے
☆ منفرد اسرہ ڈی جی خان کے رفیق جناب سیف اللہ کھوسہ کے والد وفات پا گئے
☆ معتمد عمومی سید احمد حسن کی ہمشیرہ اور مقامی امیر علامہ اقبال ٹاؤن لاہور فاروق احمد گیلانی کی پھوپھی وفات پا گئیں۔

اللہ تعالیٰ مرحومین و مرحومات کی مغفرت فرمائے، اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق دے۔ قارئین سے بھی ان کے لیے دُعائے مغفرت کی اپیل ہے۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لَھُمْ وَارْحَمْھُمْ وَاَدْخِلْھُمْ فِیْ رَحْمَتِكَ وَحَاسِبْھُمْ حِسَابًا یَّسِیْرًا

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

- از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
- ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
- نیکی، تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:

(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس
(2) عربی گرامر کورس (I، II، III)
(3) ترجمہ قرآن کریم کورس

مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کے لئے رابطہ:

شعبہ خط و کتابت کورسز

قرآن اکیڈمی 36۔ کے ماڈل ٹاؤن لاہور۔ فون: 3-5869501
E-mail: distancelearning@tanzeem.org

زمانہ گواہ ہے

وزیراعظم کی غیر موجودگی میں بجٹ پیش ہو سکتا ہے تو نیشنل سیکیورٹی کونسل کا اجلاس کیوں نہیں ہو سکتا۔ سفارتی سطح پر "کچھ نہ کرنے" کا نتیجہ ہے کہ آج پاکستان ان سرکل ہو رہا ہے: ایوب بیگ مرزا

انڈیا کا سوچا سمجھا منصوبہ ہے کہ پاکستان کی افغانستان اور ایران سے جھڑپیں ہوں تاکہ اس کے گرد گھیرا تنگ کیا جا سکے اور وہ مشرقی بارڈر سے فوجیں ہٹانے پر مجبور ہو جائے: جنرل (ر) عبدالقیوم

اگر قرآن کو صحیح معنوں میں نصاب کا حصہ بنا دیا جائے تو پاکستان کے بہت سارے مسائل حل ہو سکتے ہیں: یاسین خان

پاک امریکہ تعلقات میں کشیدگی اور **قرآن پاک نصاب تعلیم کا لازمی جزو** کے موضوعات پر

حالاتِ حاضرہ کے منفرد پروگرام "زمانہ گواہ ہے" میں معروف دانشوروں اور تجزیہ نگاروں کا اظہارِ خیال

میزبان: وسیم احمد

سوال: بلوچستان میں امریکی ڈرون حملے میں ملا اختر منصور کی شہادت کے بعد پاکستان کی سول اور عسکری قیادت نے بڑا سخت stance لیا۔ سرتاج عزیز نے کہا کہ امریکہ مطلبی دوست ہے، مطلب پورا ہونے پر آنکھیں پھیر لیتا ہے۔ اسی طرح آرمی چیف نے بھی کہا کہ اگر دوبارہ ڈرون حملہ ہوا تو پاکستان آخری حد تک جائے گا اور امریکہ افغانستان میں ملا فضل اللہ کو کیوں نہیں نشانہ بناتا؟ تاریخ میں پاکستان اور امریکہ کے درمیان اتنی کشیدگی نہیں رہی۔ مستقبل میں آپ ان بیانات کے کیا اثرات دیکھتے ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: آپ کی اس بات سے میں تھوڑا سا اختلاف کروں گا کہ سول اور ملٹری دونوں سائیڈ سے بڑا شدید ردعمل آیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب سے نواز شریف لندن گئے ہیں تو پاکستان میں داخلی اور خارجی سطح پر حکومت کا کوئی وجود نظر نہیں آ رہا۔ آرمی چیف کا ردعمل واقعی شدید تھا جنہوں نے کہا کہ ہم مذمت کا لفظ استعمال نہیں کریں گے کیونکہ یہ بہت چھوٹا لفظ ہے جبکہ بلوچستان میں ڈرون حملہ کر کے ہماری خودمختاری کو چیلنج کیا گیا ہے۔ سول قیادت تو کسی شمار و قطار میں نہیں ہے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ یہ عسکری قیادت کی بھی غلطیوں کا نتیجہ ہے کہ امریکہ بلوچستان تک بڑھا ہے۔ ہماری سول قیادت کی یہ سوچ ہے کہ کچھ کرو ہی نہ۔ جو ہوتا ہے کوئی ردعمل نہ دو۔ بس چپ کر کے بیٹھے رہو۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ راحیل شریف ایک بالکل مختلف جرنیل ہیں۔ یہ ان کا ہی کام ہے کہ اس وقت کراچی میں امن کی کیفیت ہے اور شمالی وزیرستان میں بھی صورتحال پہلے سے بہتر ہے۔ اس پر انہیں خراجِ تحسین پیش کرنا چاہیے۔ جنرل راحیل شریف کے شدید ردعمل کی وجہ سے ہی امریکہ نے دو افراد کا وفد بھیجا ہے جس نے آرمی چیف سے ملاقات کی ہے۔ جہاں تک سرتاج عزیز کے بیان کا تعلق ہے تو مجھے اس پر شرم محسوس ہوتی ہے کہ ہماری حکومت میں شامل لوگ کس قدر سادگی کی باتیں کرتے ہیں۔ آج کے دور میں کوئی دوستی نہیں ہوتی۔ صرف ملکی و قومی مفادات کو دیکھا جاتا ہے۔ جب امریکہ کو ملکی مفاد درپیش ہو تو وہ آپ کی ناک کا بال بن جائے گا اور آپ کے پاؤں کے نیچے آ جائے گا اور جب مفاد نہیں ہوگا تو وہ آپ کی گردن پکڑے گا۔ پاکستان کو بھی یہی راستہ اختیار کرنا چاہیے۔ ٹھیک ہے، ہم دھوکہ نہ دیں لیکن اپنے مفاد سے تو پیچھے نہ ہٹیں۔ تمام ممالک اسی اصول پر چل رہے ہیں۔ آج اگر چائنہ ہمارا دوست ہے تو اس کی ہمارے ساتھ دوستی اس کا اپنا مفاد ہے۔

سوال: عبدالقیوم صاحب! آپ کے خیال میں بلوچستان میں امریکی ڈرون حملے اور این ایس جی کے ایشو پر پاک امریکہ تعلقات میں پیدا ہونے والی کشیدگی کب اور کیسے ختم ہوگی؟

جنرل (ر) عبدالقیوم: ہماری تو خواہش ہے کہ یہ کشیدگی جلد ختم ہو۔ لیکن کسی بھی فارن پالیسی یا بائی لیٹرل تعلقات کو مضبوط کرنے کے لیے دونوں پارٹیوں کا مخلص ہونا ضروری ہے۔ ہم اپنی طرف سے پوری ایفرٹس کر رہے ہیں، ضربِ عضب کیا ہے، ملک کے اندر کلیئرنگ کی ہے اور ہر وہ تعاون جو ہم امریکہ کو دے سکتے ہیں وہ ہم دے رہے ہیں لیکن اگر وہ بہانہ بناتے ہیں کہ آپ ہمیں گارنٹی دیں کہ افغانستان میں آپ امن لے کر آئیں گے اور طالبان کو مذاکرات کی ٹیبل پر بٹھائیں گے تو یہ گارنٹی کوئی بھی نہیں دے سکتا۔ امریکہ نے خود پوری ویسٹرن ٹیکنالوجی اور 50 ممالک کی فوجیں لے کے افغانستان پر چڑھائی کیے رکھی۔ اس کے باوجود بھی امریکہ وہاں امن نہیں لا سکا اور اپنی افواج بھی نکال کر لے گیا تو ابھی ہم سے کیا توقع کرتے ہیں کہ ہم ان پر کون سا جادو کر سکتے ہیں۔ پاکستان کی جتنی capacity ہے اتنا کر سکتا ہے لیکن امریکہ کی پالیسی دوغلی ہے۔ وہ نہیں چاہتا کہ افغانستان میں امن ہو اور وہ انڈیا کی طرح ہمیں نقصان پہنچانے کے درپے ہے۔ ملا فضل اللہ سمیت سارے دہشت گرد افغانستان میں چھپے ہیں اور یہ انہیں تحفظ دے رہے ہیں۔

سوال: 23 اور 24 جون کو سیول میں ہونے والے این ایس جی کے اجلاس میں پاکستان کو این ایس جی کی رکنیت ملنے پر آپ کس حد تک پُراُمید ہیں؟

جنرل (ر) عبدالقیوم: ہمیں اُمید نہیں ہے کہ پاکستان کو این ایس جی کی رکنیت ملے گی کیونکہ اس کے لیے تمام اراکین کا تعاون چاہیے۔ ہمارا موقف یہ ہے کہ اگر انڈیا کو دیں تو پاکستان کو بھی ملنی چاہیے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ وہ قانون violate کر کے انڈیا کو دیں اور پاکستان کو نہ دیں۔ اس پر چین نے بڑا واضح موقف دیا ہے۔ NPT پر انڈیا نے دستخط کیے ہوئے ہیں نہ پاکستان نے۔ نیوکلیئر سپلائر گروپ 1975 میں انڈیا کے 1974 کے ایٹمی دھماکے کے ردعمل کے طور پر وجود میں آیا تھا۔ پاکستان کا موقف یہ ہے کہ جس انڈیا کو روکنے کے لیے آپ نے این ایس جی بنایا تھا آج اسی کو اس کا ممبر بنانا چاہتے ہیں؟ یہ پاکستان کی ایک ڈپلومیسی ہے اور ان شاء اللہ وہ کامیاب ہے۔ پاکستان ممبر بنے یا نہ بنے مگر انڈیا نہیں بن سکے گا۔ ہم اس صورتحال کو واضح کر رہے ہیں کہ اگر آپ نے پالیسی violate کرنی ہے تو سب ممالک کے لیے کریں ورنہ انڈیا تو پہلے سے ہی

ایٹمی مواد کو اپ گریڈ کر کے استعمال کر رہا ہے۔ اس نے پہلے دن ہی کینیڈا کے ری ایکٹر سے مواد چوری کر کے اپنا دھماکہ کیا تھا۔

سوال : طورخم بارڈر پر سکیورٹی چیک کے لیے پاکستان گیٹ لگانا چاہ رہا ہے لیکن افغان فورسز نے گولہ باری کر کے اسے تباہ کر دیا۔ جس میں پاکستانی میجر بھی شہید ہوا۔ آپ یہ فرمائیں کہ پاکستان کا برادر اسلامی ملک کس کے ہاتھوں میں کھیل رہا ہے؟

جنرل (ر) عبدالقیوم :افغانستان کی تاریخ آپ سامنے رکھ لیں۔ طالبان کے تین سالہ دور حکومت کے علاوہ جس میں ہمارے ان کے ساتھ بہترین تعلقات رہے کبھی بھی افغانستان ہمارے حق میں نہیں رہا۔ پاکستان کو تسلیم کرنے میں بھی اس نے دیر کی اور پاکستان کا ردعمل یہ ہے 35 لاکھ افغانیوں کی اب تک مہمان نوازی کر رہا ہے۔ پاکستان میں افغان بھائیوں کے لیے محبت کا جذبہ ہے۔ آنا جانا ہے، بارڈر کھلے ہوئے ہیں لیکن انہوں نے ہماری ہر چیز کو تباہ کرنے کوشش کی۔ یہ سب کچھ پاکستان نے قبول کیا ہے اور ابھی وہ چاہتے ہیں کہ ہم بارڈر مینجمنٹ نہ کریں جو کہ ہمیں ہر حال میں کرنی پڑے گی۔ ہم ہر قیمت ادا کرنے کے لیے تیار ہیں مگر اب ہم بغیر ڈاکومنٹس کے لوگوں کو نہیں گھسنے دیں گے۔ اس میں افغانستان کا بھی فائدہ ہے اور پاکستان کا بھی۔ اگر یہاں کشیدگی ہوگی تو انڈیا بغلیں بجائے گا کیونکہ اس کا یہی مقصد ہے کہ پاکستان کی افغانستان اور ایران کے ساتھ جھڑپیں ہوں تاکہ پاکستان کو ان سرکل کیا جاسکے اور وہ مشرقی بارڈر سے فوج ہٹانے پر مجبور ہو جائے۔ یہ انڈیا کا پکا منصوبہ ہے۔

سوال : پاکستان کی خارجہ پالیسی آج کل جن گھمبیر مسائل کا شکار ہے آپ کے خیال میں اس کی وجوہات کیا ہیں؟

جنرل (ر) عبدالقیوم : پاکستان دنیا کے نقشے میں ایک مشکل جگہ پر واقع ہے اور دوسری بات یہ ہے کہ ہماری سیاسی تاریخ بھی اس کا جواز پیش کرتی ہے جس میں ہماری اپنی غلطیاں ہیں۔ فوجی حکومتیں آتی رہیں کیونکہ سول حکومتیں کمزور تھیں۔ اس کے علاوہ افغانستان کے واقعات ہمیں متاثر کرتے رہے۔ جب سوویت یونین نے افغانستان پر چڑھائی کی اور وہاں وارلارڈز مضبوط ہوتے گئے تو اس کا نزلہ پاکستان پر گرا اور نائن الیون کے بعد افغانستان پر امریکی حملے کا نزلہ بھی ہم پر گرا۔ پھر انڈیا کی افغانستان میں سرگرمیاں ہیں۔ امریکہ کا وہاں جو انٹرسٹ ہے اس کی سزا بھی پاکستان کو مل رہی ہے۔ افغان حکومت سمجھتی ہے کہ اس کو منتخب اور جائز حکومت مانا جائے۔ ہم انہیں تسلیم کرتے ہیں لیکن کیا افغانستان کے عوام ان کو تسلیم کریں گے جب تک کہ وہاں فیئر الیکشن نہ ہوں اور ان میں طالبان بھی حصہ نہ لیں اور بیرونی فوجیں باہر نہ نکلیں۔ ہمارا یہ موقف ان کو اچھا نہیں لگتا۔

سوال :امریکہ، انڈیا، افغانستان، ایران سے سفارتی تعلقات خراب کر کے پاکستان چائنہ سے تعلقات بڑھانے کو ترجیح دے رہا ہے؟

جنرل (ر) عبدالقیوم :نہیں! ہم کسی سے تعلقات خراب کر کے چائنہ سے تعلقات کو ترجیح نہیں دے رہے بلکہ چائنہ ہمارے اوپر ایک احسان کر رہا ہے۔ چائنہ کے ساتھ ہمارے دور رس تعلقات ہیں جو کسی دوسرے ملک کی

> جب امریکہ کو ملکی مفاد درپیش ہو تو وہ آپ کی ناک کا بال بن جائے گا اور آپ کے پاؤں کے نیچے آجائے گا اور جب مفاد نہیں ہوگا تو وہ آپ کی گردن پکڑے گا۔

قیمت پر ہرگز نہیں ہیں۔ چائنہ کی انوسٹمنٹ افغانستان میں بھی ہے، ایران میں بھی ہے اور انڈیا کے ساتھ بھی اس کی تجارت ہے۔ ان کا تو اس کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ تو صرف پاکستان مخالف عناصر نہیں چاہتے کہ پاکستان کسی طریقے سے مضبوط و مستحکم ہو جائے۔ ہم کچھ بھی نہیں کر رہے ہم تو ہر ملک کے ساتھ اچھے تعلقات چاہتے ہیں۔

سوال :ایوب بیگ صاحب! آپ نے جنرل (ر) عبدالقیوم صاحب کے خیالات سنے آپ اس پر کیا تبصرہ فرمائیں گے؟

ایوب بیگ مرزا :وسیم صاحب! مجھے ان کے ایک جملے سے صد فیصد اتفاق ہے وہ یہ کہ ہم کچھ نہیں کر رہے۔ انہوں نے خارجہ پالیسی کی بہت اچھے طریقے سے وضاحت کر دی ہے کہ ہم کچھ نہیں کر رہے اور اسی کچھ نہ کرنے کا نتیجہ ہے کہ مودی سعودی عرب میں تعلقات بنانے میں کامیاب ہو گیا ہے، امارات میں تعلقات بنانے میں کامیاب ہو گیا ہے وہاں مندر بھی قائم ہو رہے ہیں ،وہاں جلسہ کیا ہے جہاں جلسے کرنے کا کوئی تصور ہی نہیں ہے۔ مودی ایران اور پاکستان میں اختلافات پیدا کرنے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ مودی امریکہ کو پاکستان کا دشمن بنانے میں کامیاب ہو گیا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ زرداری دور حکومت کو ہم گورننس کے حوالے سے ایک بدترین دور سمجھتے ہیں لیکن نواز شریف حکومت اس معاملے میں انہیں مات دینے کی پوری کوشش کر رہی ہے۔ جہاں تک خارجہ پالیسی کا تعلق ہے تو بڑا ہی صحیح جملہ ہے کچھ نہ کرو۔ ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ جاؤ اور دشمن کا منہ دیکھتے رہو کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ آپ اندازہ کیجئے کہ نیشنل سکیورٹی کونسل کا اجلاس جی ایچ کیو میں ہو رہا ہے۔ یہ کوئی تک ہے؟ جب اس پر بہت تنقید ہوئی ہے تو سرتاج عزیز نے کہہ دیا کہ یہ تجویز انہوں نے پیش کی تھی۔

سوال :اس وینیو میں کیا ہے جہاں ہو جائے۔ وزیراعظم ہاؤس میں ہو جائے، جی ایچ کیو میں ہو جائے، اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟

ایوب بیگ مرزا :آپ جو بات کر رہے ہیں اس کا مطلب ہے کہ ہمارے ہاں وزیراعظم ہاؤس، پارلیمنٹ اور سول سیکرٹریٹ کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

سوال : یہ اجلاس پارلیمنٹ میں تو ہونا نہیں تھا؟

ایوب بیگ مرزا :لیکن پارلیمنٹ کی بالادستی بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔ ہمارے وزراء وہاں کیوں گئے۔ آپ انہیں صاف کہہ دیں کہ یہ اجلاس جی ایچ کیو میں نہیں ہو سکتا۔ وزیراعظم کی غیر موجودگی میں کوئی وزیر اس اجلاس کو پریذائیڈ کر سکتا تھا۔ اگر وزیراعظم کی غیر موجودگی میں بجٹ پیش ہو سکتا ہے تو نیشنل سکیورٹی کونسل کا اجلاس کیوں نہیں ہو سکتا تھا۔ سرتاج عزیز نے یہ کہہ کر کہ جی ایچ کیو کی تجویز میں نے دی تھی اپنی شرمندگی کو مٹایا ہے۔ اگر آپ نے تجویز کیا تھا تو حماقت کی انتہا کی تھی یا آپ نے خود سرنڈر کر دیا تھا کہ بھئی سب کچھ عسکری قیادت کرے ہم نہ کچھ کر سکتے ہیں اور نہ کریں گے۔

سوال :اس وقت پاک امریکہ تعلقات میں جو کشیدگی ہے، اس کی وجہ پاک چین راہداری منصوبہ ہے یا اس کے علاوہ بھی کچھ عوامل ہیں جو اس وقت کارفرما ہیں؟

ایوب بیگ مرزا :دنیا میں سفارتی سطح پر دو بہت بڑے فراڈ ہوئے ہیں۔ ایک فراڈ ہے پاک امریکہ دوستی اور دوسرا فراڈ ایران امریکہ دشمنی۔ یہ وہ فراڈ ہیں جو تقریباً 50 سال سے چل رہے ہیں۔ پاکستان اور امریکہ کی دوستی کے چرچے تھے۔ 1962ء میں جب ہند چائنہ جنگ ہوئی تو امریکہ نے انڈیا کو اسلحہ فراہم کیا۔ جس پر پاکستان بہت چیخا چلایا مگر امریکہ نے ایک نہ سنی۔ اس جنگ میں انڈین فوجی اپنی جوتیاں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے اور اس وقت چائنہ نے پاکستان سے کہا تھا کہ سارا کشمیر خالی ہے تم اپنی فوجیں کشمیر میں داخل کر دو۔ لیکن یہ گولڈن چانس ہم نے امریکہ دوستی

میں ضائع کیا۔ لہٰذا عالمی سطح پر یہ دوستی کے نام پر بہت فراڈ ہوا۔ دوسرا فراڈ ایران امریکہ دشمنی۔ ویسے تو رضا شاہ پہلوی کے دور تک علی الاعلان دوستی تھی۔ کوئی فراڈ نہیں تھا لیکن خمینی کے آنے کے بعد مرگ بر امریکہ اور شیطان بزرگ امریکہ، یہ سب جھوٹ تھا اور یہ دوستی پس پردہ چلی گئی اور ایک دوسرے کے ساتھ تعاون ہوتا رہا۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ ایران اور عراق کی جنگ ہو رہی تھی تو عراق کا ایٹمی اسلحہ کا ڈپو امریکہ نے اسرائیل کے ذریعے تباہ کروایا تھا۔ لہٰذا ایران امریکہ دشمنی ایک بڑا سفارتی فراڈ ہے۔ اصل میں یہ ہمیشہ دوست رہے ہیں۔ رضا شاہ کے دور میں یہ دوستی ظاہری بھی تھی اور حقیقی بھی۔ اس کے بعد ظاہری طور پر دشمن بن گئے لیکن اندرونی طور پر ابھی تک ان کی دوستی ہے۔ میں کہنا یہ چاہ رہا ہوں کہ امریکہ عالم اسلام کا دشمن ہے۔ وہ جس اسلامی ملک سے دوستی کرے گا وہ ایک وقتی فائدہ حاصل کرنے کی کوشش ہوگی۔ جس کو ہمارا کوئی بھی اسلامی ملک سمجھ نہیں سکا۔ بلکہ ہمارے حکمران اپنے مفاد کی خاطر ملک کو دھوکہ دیتے ہیں۔ انہیں معلوم ہوتا ہے کہ امریکہ ہمیں دھوکہ دے رہا ہے۔ ان کا مفاد ذاتی ہوتا ہے لیکن اس لیے امریکہ کا دھوکہ قبول کر لیتے ہیں کہ امریکہ ان کو تھپکی دیتا ہے کہ حکمران تاحیات تم ہی رہو گے اور اس میں ہم پاکستان کا سب کچھ بیچ دیتے ہیں۔ کوئی مجھے بتا دے کہ ایک دن بھی امریکہ نے کسی معاملے میں پاکستان کے حقیقی دوست کا کردار ادا کیا ہو۔ جب افغانستان میں سوویت یونین کے ساتھ جنگ ہو رہی تھی تو اس میں سو فیصدی امریکی مفاد تھا اس میں تھوڑی سی یہ بات تھی کہ پاکستان نے یہ مفاد حاصل کر لیا کہ سوویت یونین آگے نہ بڑھ سکا۔ لیکن اس کی قیمت آج تک پاکستان چکا رہا ہے۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ کوئی ماہر عسکریات، کوئی ماہر سیاسیات یہ مجھے بتا دے کہ فلاں کام امریکہ نے کیا جس سے پاکستان کو بنیادی نوعیت کا بڑا فائدہ ہوا۔ یقیناً امریکہ نے ہمیں ڈالر دیے لیکن میں کہتا ہوں کہ اس نے ڈالر دے کر جان بوجھ کر پاکستانی سیاستدانوں کو کرپٹ کیا۔ یہ اس کا ایک ہتھیار ہے اور یہ کام امریکہ نے بہت سے ملکوں میں کیا۔ تو امریکہ تو ہر سطح پر ہم سے دشمنی کرتا رہا ہے۔ امریکہ کے حوالے سے ہنری کسنجر نے بات کی تھی کہ امریکہ اپنے دشمن سے زیادہ اپنے دوست کے لیے بُرا ہے اور میں اس پر خوش ہوں کہ بھارت امریکہ کی گود میں چلا گیا ہے۔ ان شاءاللہ بھارت ہم سے زیادہ نقصان اٹھائے گا۔

سوال: اس وقت جو کشیدگی ہے اس کے پیچھے کیا عوامل ہیں؟

ایوب بیگ مرزا: سب سے بڑی بات یہ ہے کہ پاکستان کے حوالے سے امریکہ کو نہیں بلکہ اسرائیل کو ایک معاملہ ہے اور اسرائیل چونکہ امریکہ کی گردن پر بیٹھا ہوا ہے اور اس کو ڈکٹیٹ کرتا ہے لہٰذا اصل مسئلہ ہمارے ایٹمی اثاثہ جات کا ہے۔ آپ راہداری کی بات کرتے ہیں میں کہتا ہوں کہ اگر پاکستان اپنے ایٹمی اثاثہ جات سے withdraw کر لے تو امریکہ اس راہداری کو بنانے میں ہماری مدد کرے گا۔ تو امریکہ کے لیے پاکستان کا مین مسئلہ پاکستان کا ایٹمی پروگرام ہے اور اس کی بہت زیادہ تکلیف اسرائیل کو ہے۔

سوال: این ایس جی کا جو معاملہ چل رہا ہے اس میں امریکہ بھارت کی حمایت کر رہا ہے لیکن پاکستان کی حمایت کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ انڈیا کو رکنیت ملنے اور پاکستان کو نہ ملنے پر پاکستان کو کیا نقصان ہو سکتا ہے؟

> دنیا میں 2 بہت بڑے فراڈ ہوئے ہیں۔ ان میں ایک پاک امریکہ دوستی ہے اور دوسرا ایرن امریکہ دشمنی ہے۔ یہ فراڈ 50 سال سے چل رہے ہیں۔

ایوب بیگ مرزا: ابھی جنرل صاحب نے بڑی صحیح بات بتائی ہے کہ 1974ء میں جب انڈیا نے دھماکہ کیا تھا اس وقت انڈیا غیر جانبدار تحریک کا ممبر تھا۔ لہٰذا امریکہ اُس وقت اس پر اعتماد نہیں کر رہا تھا۔ تو کچھ ملکوں نے مل کر انڈیا کو اپنے اندر رکھنے کے لیے یہ گروپ بنایا تھا۔ این ایس جی 48 ممالک کا گروپ ہے اور اس میں رکنیت کے لیے سو فیصد اتفاق رائے چاہیے۔ یہ اس لیے بنایا گیا تھا تاکہ انڈیا شامل نہ ہونے پائے اور انڈیا جو حرکات کرنے جا رہا ہے اس کو نہ کرنے دیں۔ ستم ظریفی دیکھیے کہ آج وہی امریکہ NPT پر دستخط کرائے بغیر انڈیا کو این ایس جی گروپ میں شمولیت کے لیے تھپکی دے رہا ہے۔ اس گروپ کا ممبر بننے کے بعد انڈیا ایٹمی مواد کو لیگل طور پر امپورٹ اور ایکسپورٹ کر سکے گا جو ابھی تک ان 48 ممالک کے علاوہ کوئی بھی نہیں کر سکتا۔ اگر انڈیا اس کا ممبر بن جاتا ہے تو اس کی درآمد اور برآمد بہت بڑھ جائے گی اور اس کی قوت میں بہت اضافہ ہو جائے گا۔

سوال: جیسا کہ کہا جاتا ہے کہ 48 ممالک مل کر رکنیت کا فیصلہ کرتے ہیں لیکن اگر صرف امریکہ انڈیا کی حمایت کرے گا تو اس سے کیا فرق پڑے گا، وہ تو ایک ممبر ہے؟

ایوب بیگ مرزا: دیکھیں! امریکہ ایک نہیں ہے۔ یوں سمجھئے کہ امریکہ 47 ملکوں کے برابر ہے۔ میکسیکو اور آئس لینڈ سمیت بہت سارے ممالک مخالفت کر رہے تھے وہ امریکہ کے ایک اشارے پر جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔ ایک ہی ملک ہے جس کا مفاد ہمارے قائم رہنے سے ہے اور وہ ہے چائنہ۔ کہا جا رہا ہے کہ پاکستان اس معاملے میں خرگوش کی نیند سویا ہوا تھا۔ چائنہ نے اسے جگایا ہے اور چائنہ نے ہی یہ درخواست پاکستان سے دلوائی ہے اور چائنہ نے ہی یہ مسئلہ کھڑا کیا ہے کہ اگر آپ یہ قانون توڑ رہے ہیں کہ این پی ٹی پر دستخط کیے بغیر کوئی ملک این ایس جی میں شامل نہیں ہو سکتا تو پھر پاکستان کو بھی شامل کرو۔ اس کے بعد پاکستان نے درخواست دی ہے اور اس کے بعد این ایس سی کا جی ایچ کیو میں اجلاس ہوا اور اس اجلاس کے بعد سرتاج عزیز نے اٹلی، میکسیکو اور نیوزی لینڈ کو فون کیا۔ نیوزی لینڈ بھی پہلے مخالف تھا۔ لیکن امریکہ ان ممالک کو ایک دفعہ کہہ دے تو کافی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ نے ہماری مدد کی ہے۔ چائنہ کسی صورت نہیں چاہے گا کہ انڈیا یہ قوت حاصل کر لے اور پاکستان کو کسی وقت اس کا نقصان پہنچ جائے۔ لہٰذا چائنہ پاکستان کی مدد کو آیا اور اگر چائنہ نے اسی طرح ہماری مدد جاری رکھی تو یا پاکستان کو رکنیت مل جائے گی یا پھر انڈیا کو بھی نہیں ملے گی۔ زیادہ امکان اسی بات کا ہے کہ دونوں کو نہیں ملے گی اس لیے کہ امریکہ کبھی برداشت نہیں کرے گا کہ پاکستان کو مل جائے۔ انڈیا کی فارن پالیسی دیکھئے اس نے دیکھا ہے کہ چائنہ کے لیے اقتصادی معاملہ سب سے بڑا مسئلہ ہے تو اس نے پچھلے چند سالوں میں چائنہ کے ساتھ اتنی زیادہ تجارت بڑھا دی ہے کہ چائنہ کے لیے انڈیا بڑا attractive ہو گیا ہے اور انڈیا یہ توقع کر رہا ہے کہ اقتصادی حوالے سے اس کی attraction اتنی زیادہ بڑھ جائے گی کہ چائنہ اس کے لیے پاکستان کے مفاد کو تج دے گا۔ اس معاملے میں وہ باقی ممالک کو راضی کر چکا ہے۔ چائنہ ہے جو ابھی ڈٹا ہوا ہے۔ ہم کریں گے کچھ نہیں بس اللہ ہے جو چائنہ کو یہ نہ کرنے دے کہ وہ پیسے اور تجارت کی لالچ میں انڈیا کو اس کی اجازت دے دے۔

قرآن پاک تعلیمی نصاب کا لازمی جزو

سوال: وفاقی حکومت نے پورے قرآن پاک کو تعلیمی نصاب میں شامل کرنے کا اعلان کیا ہے۔ آپ اس اعلان کو کس نظر سے دیکھتے ہیں؟

یاسین خان: آج کے لبرل دور میں حکومت نے کوئی ایسا درست فیصلہ کیا ہے تو ہم اسے اچھی نگاہ سے دیکھتے ہیں اور یہ طلبہ اور پوری قوم کے لیے ایک بڑا اچھا فیصلہ ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ اگر اس کو صحیح معنوں میں نصاب کا حصہ بنا دیا

جائے تو پاکستان کے بہت سارے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔

سوال: کیا حکومت قرآن پاک کو علیحدہ مضمون کی حیثیت سے نصاب میں شامل کرے گی یا یہ اسلامیات کا جزو ہوگا؟

یابسین خان: ابھی تک تو ہمارے وزیر تعلیم بلیغ الرحمان کی طرف سے صرف ایک بیان اخبارات اور ٹی وی چینلز پر آیا ہے۔ لیکن اس کے بعد اس کا مزید کوئی feedback نہیں ملا ہے۔

سوال: آپ ایک بہت بڑا ایجوکیشن نیٹ ورک چلا رہے ہیں۔ کیا آپ حکومت کے اس اعلان کے مطابق نفاذ بھی دیکھ رہے ہیں یا اس کا حشر بھی نظام صلوٰۃ کے فیصلے کی طرح ہوگا جس کا اعلان سوا سال پہلے کیا گیا تھا مگر اب تک اس پر عمل درآمد نہیں ہو سکا؟

یابسین خان: اندیشے تو اسی طرح کے ہیں کیونکہ ہمارے ہاں جتنے بھی اچھے کام ہیں وہ جلد سرخ فیتے کی نذر ہو جاتے ہیں اور جتنے بھی غلط کام ہیں ان کو پروموشن جلدی مل جاتی ہے۔ اس لحاظ سے دل میں دھڑکا تو لگا رہتا ہے کہ بڑا اچھا فیصلہ ہے لیکن اس کے بعد پتا نہیں کیا ہوگا؟ اس پر مزید فیڈ بیک نہ آنے سے لگتا ہے کہ یا تو اس کو کسی نے روک دیا ہے یا اس کو مزید بہتر بنایا جا رہا ہے۔ ہمیں تو لگتا ہے کہ بلیغ الرحمان ایک مذہبی آدمی ہیں، ان ہی کی طرف سے یہ بات آئی ہے۔ اللہ کرے کہ اس سے پاکستان میں کوئی تبدیلی آسکے۔

سوال: اس فیصلے پر آپ کیا کہیں گے۔ اعلان تو ہو گیا ہے لیکن مزید اس پر کوئی ورکنگ نہیں ہوئی؟

ایوب بیگ مرزا: اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ ایک آئیڈیل فیصلہ ہے جس کی تحسین کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں۔ اللہ کرے کہ اس پر عمل درآمد بھی ہو جائے تو واقعتاً ایک اسلامی فلاحی ریاست کی بنیاد پڑ جائے گی۔ جب ایک طالب علم عربی سیکھ کر اپنی آنکھوں سے قرآن پاک پڑھنے لگے گا تو انقلاب آجائے گا۔ مگر مجھے نہیں لگتا کہ اس فیصلے پر عمل درآمد بھی ہو پائے گا کیونکہ ہماری تمام حکومتوں کے وعدے اسی طرح کے ہوتے ہیں۔ 1951ء میں قرارداد مقاصد پاس ہوئی تھی لیکن اس کے ساتھ کیا ہوا؟ یہ فیصلہ قرارداد مقاصد سے بڑھ کر تو نہیں ہے۔ بلیغ الرحمان کے اسی بیان میں ایک اور بات ایسی ہے جسے میں خطرے کی گھنٹی سمجھتا ہوں۔ بیان کا آخری حصہ یہ ہے۔

The purpose of the policy is to tackle the sectarian, propagandist and uneducated elements within the society. It forms a sub-part of National Action Plan. It will allow the Government to introduce concept for adherence to Islamic principles based on a mature stance and knowledgeable approach that will pave way for progressive and moderate Nation-State

اس کا مطلب کیا ہے؟ مشرف بھی تو یہی کہتا تھا کہ اسلام progressive and moderate ہونا چاہیے۔ جبکہ حقیقت میں اسلام کا ماڈریشن سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ اسلام کا سارا سٹرکچر بنیادی تعلیمات پر ہے۔ اگر آپ اسلام کو ماڈریٹ کرنے کی کوشش کریں گے تو وہ اسلام نہیں رہے گا۔ میرے نزدیک یہ پروگریسیو کا لفظ بہت زیادہ خطرناک ہے اور اس کے ساتھ ساتھ moderate Nation-State بھی۔ ہمارا اصل مقصد یہ ہونا چاہیے کہ پاکستان کو اسلامی فلاحی ریاست بنایا جائے ورنہ سب بے کار ہے۔ ہم progressive and moderate Nation-State بنانے کے حق میں نہیں ہیں۔ اللہ کرے کہ میرے یہ خدشات غلط ثابت ہوں۔ جس طرح اعلان ہوا ہے اسی طرح اس کا نفاذ بھی ہو جائے۔

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام

بانی: ڈاکٹر اسرار احمد رحمہ اللہ

كُلّيةُ القرآن لاهور (قرآن کالج)

191۔ اتاترک بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور

"تم میں سے بہترین لوگ وہ ہیں جو خود قرآن سیکھتے ہیں اور دوسروں کو قرآن سکھاتے ہیں۔" (حدیث نبوی ﷺ)

عصری تعلیم مع درس نظامی (آٹھ سالہ کورس) کے پہلے سال میں

داخلے شروع

اہلیت برائے داخلہ

☆ میٹرک پاس (کم از کم 45 فیصد نمبر)
☆ میٹرک کے نتائج کا انتظار کرنے والے طلبہ بھی داخلہ فارم جمع کروا سکتے ہیں۔ تاہم ان کا داخلہ میٹرک کے نتائج میں پاس ہونے پر ہی کنفرم ہوگا۔ فیل ہونے کی صورت میں داخلہ منسوخ کر دیا جائے گا۔
☆ داخلے کے خواہش مند طالب علم کا ناظرہ قرآن پڑھنا ضروری ہے۔ حافظ قرآن طالب علم کو ترجیح دی جائے گی۔
☆ پہلے سے صوم صلوٰۃ کے پابند طلبہ کو داخلے میں ترجیح دی جائے گی۔
☆ داخلے کی درخواست صرف پاکستان کے مرد شہری مسلمان طلبہ ہی دے سکتے ہیں۔ غیر ملکی طلبہ کو داخلہ نہیں دیا جائے گا۔
☆ عمر 15 تا 18 سال۔ تاہم حفاظ طلبہ کو عمر میں دو سال کی رعایت دی جا سکتی ہے۔

خصوصیات

☆ درس نظامی کی دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ ایف اے، بی اے اور ایم اے کی ریگولر کلاسز۔
☆ وفاق المدارس العربیہ اور لاہور بورڈ / پنجاب یونیورسٹی کا نصاب۔
☆ ذہین اور مستحق طلبہ کے لیے مکمل یا جزوی کفالت کی سہولت

شیڈول برائے داخلہ

☆ پراسپیکٹس کی دستیابی 24 جون 2016ء سے۔
☆ داخلہ فارم جمع کروانے کی آخری تاریخ 15 جولائی 2016ء
☆ ٹیسٹ انٹرویو 16 جولائی 2016ء
☆ کلاسز کا آغاز 18 جولائی 2016ء

برائے معلومات

دفتری اوقات کے دوران 042-35833637
دفتری اوقات کے بعد 0301-4882395

الداعی الی الخیر
حافظ عاطف وحید، ناظم تعلیمات

صدقۂ فطر کے احکام و فضائل

حافظ محمد زاہد

رمضان بڑی ہی برکتوں، سعادتوں اور نعمتوں والا مہینہ ہے۔ اس ماہ مبارک کے بہت سے فضائل ہیں جن کی بنا پر اس کو باقی گیارہ مہینوں پر فوقیت و برتری حاصل ہے۔ اس ماہ میں ایک رات ایسی ہے جس میں عبادت کرنا ہزار مہینوں کی عبادت سے افضل ہے۔ اس ماہ مبارک میں نفل کا ثواب فرض کے برابر، اور فرض کا ثواب ستر فرضوں کے برابر ہو جاتا ہے۔

جس طرح رمضان کی برکتیں اور سعادتیں بہت زیادہ ہیں، اسی طرح اس کے آداب بھی بہت ہیں اور ہوسکتا ہے کہ اس کے آداب میں ہم سے کوئی کمی رہ گئی ہو یا روزے کے آداب کو مکمل طور پر ہم ادا نہ کرسکیں ہوں تو اس کمی کو پورا کرنے کے لیے صدقۂ فطر کو ہر مسلمان پر لازم کیا گیا ہے۔ اب ہم صدقۂ فطر سے متعلقہ احکام اور فضائل کو فرداً فرداً (مختصر طور پر) بیان کرتے ہیں۔

صدقۂ فطر کی شرعی حیثیت

رسول اللہ ﷺ نے صدقۂ فطر کو ہر مسلمان پر لازم قرار دیا اور امام ابوحنیفہ کے مطابق صدقۂ فطر واجب ہے۔ (اس بارے میں فقہی اختلاف بھی نوٹ کر لیں کہ امام احمد بن حنبل اور امام شافعی کے نزدیک صدقۂ فطر زکوٰۃ کی طرح فرض اور امام مالک کے نزدیک سنت مؤکدہ ہے۔) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

''رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں میں سے ہر غلام آزاد، مذکر مؤنث اور ہر چھوٹے بڑے پر کھجوروں یا جو کا ایک صاع لازم کیا۔ اور یہ حکم دیا کہ لوگوں کے عید کی نماز کے لیے نکلنے سے پہلے اسے ادا کردیا جائے۔'' (بخاری ومسلم)

صدقۂ فطر کا مقصد

صدقۂ فطر کو لازم کرنے کے دو مقاصد احادیث میں بیان ہوئے ہیں: (1) رمضان کے اعمال کی کمی کوتاہی کو پورا کرنے کے لیے، جیسا کہ روایات میں آتا ہے کہ نفل عبادات، فرض عبادات کی کمی کوتاہی کو قیامت کے دن پورا کریں گی۔ (2) معاشرے میں موجود غریبوں اور مسکینوں کے لیے عید کے دن کھانے پینے کا انتظام کرنے کے لیے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

''رسول اللہ ﷺ نے صدقۂ فطر کو لازم فرمایا جو روزہ داروں کی لغویات اور بیہودہ باتوں سے پاکی اور مسکینوں کی پرورش کے لیے ہے۔'' (ابوداؤد)

وکیع بن جراح رحمہ اللہ صدقۂ فطر کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

''رمضان المبارک کے لیے فطرانہ ایسے ہی ہے جیسے کہ نماز کے لیے سجدۂ سہو ہے۔ جس طرح سجدۂ سہو نماز کی کمی پورا کرتا ہے اسی طرح فطرانہ بھی روزے کی کمی وکوتاہی کو پورا کرتا ہے۔''

صدقۂ فطر کس پر واجب ہے

ہر وہ شخص جو صاحب نصاب ہو یعنی اس کے پاس ساڑھے سات تولے سونا یا باون تولے چاندی یا اس کی قیمت کے برابر نقدی ہو، اس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔ گویا صدقۂ فطر واجب ہونے کا نصاب بھی وہی ہے جو زکوٰۃ کا ہے، بس ان دونوں کے نصاب میں فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ میں مال کا بڑھنے والا ہونا شرط ہے جبکہ صدقۂ فطر میں ایسی کوئی شرط نہیں۔ جبکہ ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں کہ جس کے پاس شوال کے مہینے کے شروع میں ایک دن کی اپنی، اپنے اہل وعیال اور صدقۂ فطر ادا کرنے کی خوراک ہو تو اس پر صدقۂ فطر لازم ہے۔ صدقۂ فطر کے حوالے سے یہ اصول بھی یاد رکھیں کہ:

☆ جو بچہ یکم شوال کی صبح صادق طلوع ہونے سے پہلے پیدا ہوا اس کا صدقۂ فطر واجب ہے اور اگر صبح صادق کے بعد پیدا ہوا تو اس پر واجب نہیں ہے۔

☆ جو شخص عید کی رات صبح صادق سے پہلے مر گیا اس کا صدقۂ فطر واجب نہیں ہے اور جو صبح صادق کے بعد مرا تو اس کا صدقۂ فطر واجب ہے۔

صدقۂ فطر کی مقدار

صدقۂ فطر کی مقدار کے حوالے سے یہ نوٹ کر لیں کہ جمہور اہل علم کے نزدیک گندم، چاول، جو، کھجور، کشمش اور پنیر کا ایک صاع دینا واجب ہے۔ کوشش یہی کرنی چاہیے کہ انسان جو چیز زیادہ استعمال کرتا ہے اور جس معیار کی استعمال کرتا ہے، وہی چیز یا اس کی قیمت صدقۂ فطر کے طور پر ادا کرے۔ جمہور کے نزدیک ایک صاع آج کل کے وزن کے مطابق تقریباً اڑھائی کلو کے برابر ہے۔ جبکہ حنفیہ کے نزدیک ایک صاع کا وزن ساڑھے تین کلوگرام کے برابر ہے اور گندم میں نصف صاع یعنی پونے دو کلوگرام صدقۂ فطر واجب ہے۔ اس حوالے سے دو احادیث ملاحظہ کریں:

حضرت عمرو بن شعیب رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مکہ کی گلیوں میں ایک منادی کو اعلان کرنے کے لیے بھیجا کہ صدقۂ فطر ہر مسلمان پر واجب ہے خواہ وہ مرد ہو یا عورت، آزاد ہو یا غلام، چھوٹا ہو یا بڑا، دو مد (نصف صاع) گیہوں میں سے اور اس کے سوا دوسری کھانے کی چیزوں میں سے ایک صاع۔ (ترمذی)

حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم صدقۂ فطر کے طور پر ایک صاع غلہ، یا ایک صاع کھجور، یا ایک صاع جو، یا ایک صاع کشمش، یا ایک صاع پنیر دیا کرتے تھے۔ (بخاری ومسلم)

صدقۂ فطر کی مقدار کا چارٹ

(جمہور کے نزدیک)

جنس	وزن	صدقۂ فطر
گندم/آٹا	اڑھائی کلو	100روپے
چاول	//	225روپے
جو	//	200روپے
کھجور	//	625روپے
کشمش	//	750روپے
پنیر	//	1950روپے

(احناف کے نزدیک)

جنس	وزن	صدقۂ فطر
گندم/آٹا	پونے دوکلو (احتیاطاً 2 کلو)	80 روپے
چاول	ساڑھے تین کلو	280 روپے
جو	//	280 روپے
کھجور	//	980 روپے
کشمش	//	1260 روپے
پنیر	//	2730 روپے

اس حوالے سے چند چیزیں نوٹ کر لیں: (1) ان اشیاء کے مختلف معیارات ہوتے ہیں، مثلاً عام چاول 80 روپے کا ہے اور اس سے اعلیٰ 100 روپے کا۔ اب انسان جس معیار کا چاول خود استعمال کرتا ہے اسی کی قیمت کے حساب سے وہ صدقۂ فطر ادا کرے گا۔ (2) جس طرح قربانی کے وقت انسان اچھے سے اچھا جانور خریدتا ہے، اسی طرح اس موقع پر بھی اسے اعلیٰ چیز صدقۂ فطر کے طور پر ادا کرنی چاہیے۔

صدقۂ فطر ادا کرنے کا وقت

جس طرح ہر عمل کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے اسی طرح صدقۂ فطر کو ادا کرنے کا بھی ایک وقت مقرر ہے اور اس کا مستحب وقت رمضان المبارک کے آخری دن کے سورج غروب ہونے سے لے کر عید الفطر کی نماز ادا کرنے سے پہلے تک ہے۔ اس وقت کے بعد اس کی حیثیت عام صدقات کی ہو جائے گی لیکن جب تک انسان اس کو ادا نہیں کرے گا یہ اس کے ذمے واجب الاداء رہے گا، چاہے جتنا مرضی عرصہ گزر جائے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں:

''جس نے اسے (صدقۂ فطر کو عید کی) نماز سے قبل ادا کیا تو یہ پسندیدہ زکوٰۃ ہے اور جس نے نماز کے بعد ادا کیا تو یہ عام صدقات کی طرح ایک صدقہ ہے۔''

نوٹ: صدقۂ فطر کو عید سے ایک دو روز قبل بھی ادا کیا جا سکتا ہے۔ اس کی حکمت یہ ہے کہ غریب حضرات بھی عید کی تیاری عید سے پہلے کر سکیں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں آتا ہے کہ وہ عید سے ایک یا دو روز قبل فطرانہ ادا کر دیا کرتے تھے۔

صدقۂ فطر کے مصارف

جمہور علماء کرام کے نزدیک صدقۂ فطر کے وہی مصارف ہیں جو زکوٰۃ کے ہیں جبکہ بعض علماء کا قول یہ ہے کہ صدقۂ فطر فقراء اور مساکین کے ساتھ خاص ہے۔ یہ بھی ضروری ہے کہ صدقۂ فطر کو اسی علاقے اور شہر میں تقسیم کیا جائے جہاں انسان خود رہائش پذیر ہے، البتہ اگر کوئی مستحق رشتہ دار کسی دوسرے شہر میں ہو تو صدقۂ فطر اسے بھی دیا جا سکتا ہے۔

صدقۂ فطر کی برکات

صدقۂ فطر ایک مالی عبادت ہے اور اس کی بہت برکات ہیں۔ ایک روایت میں اسے لوگوں کی پاکی اور مال میں برکت کا سبب قرار دیا گیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن صعیرؓ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''گندم کا ایک صاع (صدقۂ فطر کے طور پر ادا کرنا) تم میں سے ہر چھوٹے بڑے، غلام آزاد، مذکر مؤنث اور ہر امیر غریب پر لازم ہے۔ امیر کو اللہ تعالیٰ (اس کے ذریعے) پاک کر دیتا ہے اور فقیر جتنا دیتا ہے اس سے زیادہ اس کی طرف واپس لوٹا دیا جاتا ہے۔'' (مسند احمد)

صدقۂ فطر: بارگاہ الٰہی میں اک التجا

صدقۂ فطر از خود عبادت بھی ہے اور اس کے ساتھ ساتھ ایک درخواست و التجا کی حیثیت بھی رکھتا ہے۔ صدقۂ فطر اپنے ادا کرنے والے شخص کے بارے میں دعا کرتا ہے:

''اے اللہ! اگر اس کے صیام و قیام اور ماہِ رمضان کی دوسری عبادتوں میں کوئی کمی یا کوتاہی ہوگئی ہے تو میری وجہ سے اس سے درگزر فرما اور اس کی ماہ رمضان کی تمام عبادات کو قبولیت کا درجہ عطا فرما کر اس کے حق میں ماہ صیام اور قرآن کی شفاعت کو قبول فرما۔'' (آمین یارب العالمین)

☆☆☆

داخلے جاری ہیں

مرکزی انجمن خدام القرآن لاہور کے زیر اہتمام

(پارٹ I اور II)
رجوع الی القرآن کورسز

جاری کردہ ڈاکٹر اسرار احمدؒ

یہ کورسز بنیادی طور پر تعلیم یافتہ افراد کے لیے ترتیب دیے گئے ہیں، تاکہ وہ حضرات جو کم از کم انٹرمیڈیٹ کی سطح تک اپنی دنیاوی تعلیم مکمل کر چکے ہوں اور اب بنیادی دینی تعلیم بالخصوص عربی زبان سیکھ کر فہم قرآن کے حصول کے خواہش مند ہوں، ان کورسز کے ذریعے ان کو ایک ٹھوس بنیاد فراہم کر دی جائے۔ ہفتے میں پانچ دن روزانہ صبح کے اوقات میں تقریباً پانچ گھنٹے تدریس ہوگی۔ ہفتہ وار تعطیل ہفتہ اور اتوار کو ہوگی۔

نصاب (پارٹ I) برائے مرد و خواتین
1 عربی صرف ونحو
2 ترجمۂ قرآن
3 آیاتِ قرآنی کی صرفی ونحوی تحلیل
4 قرآن حکیم کی فکری وعملی راہنمائی
5 تجوید و ناظرہ
6 مطالعۂ حدیث و فقہ العبادات
7 اصطلاحاتِ حدیث
8 اضافی محاضرات

نصاب (پارٹ II) برائے مرد حضرات
1 مکمل ترجمۃ القرآن (مع تفسیری توضیحات)
2 مجموعۂ حدیث
3 فقہ
4 اصولِ تفسیر
5 اصولِ حدیث
6 اصولِ فقہ
7 عقیدہ
8 عربی زبان و ادب
9 اضافی محاضرات

- کلاسز کا آغاز یکم اگست بروز سوموار سے ہو رہا ہے
- خواہش مند خواتین و حضرات داخلہ کے لیے رابطہ کر سکتے ہیں
- پارٹ II میں خواتین کی شرکت کا انتظام نہیں ہے

نوٹ: داخلہ کے خواہشمند یکم اگست تک اپنی رجسٹریشن ضرور کروالیں۔ رجسٹریشن نہ ہونے کی صورت میں لیٹ داخلہ نہیں دیا جائے گا۔
پارٹ I میں داخلے کے لیے انٹرمیڈیٹ پاس ہونا اور پارٹ II میں داخلے کے لیے رجوع الی القرآن کورس (پارٹ I) پاس کرنا لازمی ہے

برائے رابطہ: قرآن اکیڈمی
36-K ماڈل ٹاؤن لاہور
فون: 3-35869501
email:irts@tanzeem.org
ندیم سہیل
0322-4371473

Loathing Global Politics is Dehumanizing the Mankind

In 2008, Presidential candidate Obama inspired hope ("yes, we can") for political change but it turned out to be a fallacy of perception and hope. The world is more dangerous place in 2016 than when a colored President Obama making history moved into the White House. In scholarly terms, politics is a game of pretension and obsession to egomaniac ideals to enhance one's own image and interest for power. You can't blame Obama squarely for all the wrong idealistic perceptions he generated to win the two presidential elections. Modern democracy is fast becoming a willful house of deception and exploitation for the rich and privileged ones. Was the 2011 Protest Movement not a revulsion against the same ideals? President Obama is leaving the presidency and the political world in much worst conditions than when he assumed the office. War is the only goal and policy aim that he pursued, not much different that of beleaguered George W. Bush did to dehumanize the American culture and victimize the humanity with new brand of terrorism. History speaks loud and clear. History will judge leaders and nations by their actions, not by their claims. None of these characters had any vision for universal harmony and sustainable political change or to foster peace and co-existence across many divided national lines of greed and hegemonic controls. American politicians do what political financiers and lobbyists dictate them to do - to loath the mankind with the fear of insecurity and continuous war agenda.

The Arab Middle East is virtually destroyed; its masses bombed, terrorized and displaced as unwanted refugees across many European national frontiers. The real problem of Palestine is replaced by the current wars to capsize the whole of the Arab world. Who is responsible for all the intriguing wars and backdoor conspiracies to kill one another? Have all the Arab people lost their sense of thinking and rationality? How would the future generations view them in a critical analysis? Were they so inept and stupid not to think of their own future and sustainability? The aggressors have carved up subjective titles and labels of sectarian killings, daily bloodbath and terrorism. As if it was not part of their planned scheme of things to dismantle the Arab freedom and human dignity. Was this perpetuated cruelty and darkness not the explicit outcome of the American and British war and occupation of Iraq and Afghanistan? Who will rebuild the century's old cultures, human habitats and reputable ancient values that have been systematically destroyed by the war mongers?

In "How the United States and Britain Lost the Bogus War in Iraq and Afghanistan" (Global Research), this author clarified the pertinent facts of the bogus war: Michel Meacher, British Environment Minister under PM Blair ("This War on Terrorism is Bogus") - provides reliable insight into the real reasons for the 'War on Terrorism'. He claims that the "war on terror" is flatly superficial: "the 9/11 attacks gave the US an ideal pretext to use force to secure its global domination ... the so-called 'war on terrorism' is being used largely as bogus cover for achieving wider US strategic geopolitical objectives ... in fact, 9/11 offered an extremely convenient pretext to put the PNAC plan into action. The evidence again is quite clear that plans for military action against Afghanistan and Iraq were in hand well before 9/11."

military action against Afghanistan and Iraq were in hand well before 9/11."

David Swanson ("ISIS, Weapons Makers, Thugs Benefit from This Crime." Dissident Voice), points out how the US weapon manufacturers have increased the cost of weapon sales by 19% and are ultimately the beneficiary of the war against ISIL. The coalition of war led by the US against ISIL is nothing but a paradox of self-contradictory coercive arrangement. The U.S. France, Germany, UK, Saudi Arabia, and Arab Gulf countries aim is to overthrow President Bashar al-Assad, which happens to be the goal of ISIL and other groups fighting in Syria. President Putin is shielding the besieged Bashar Al-Assad from final collapse and making gains in Syria and Arabian strategic thinking. Many Arab leaders are impressed by Putin's decisive action to protect his client state. They could open new markets for Russian weapons and influence in the Arab world. President Obama remained in-between without any prompt action to oust Bashar Al-Assad. The current sectarian wars do not appeal to any holiest mission. The US and Russia are bombing to support their war economy and find a convenient pretext to kill the Arab people. American foreign policy aims at and acts like double-edge Razor King to install authoritarian regimes in the frontline Arab states and manipulate them for illegitimate purposes and exploitation of the natural resources. When these former neo-colonial tribal agents turned kings and princess become a liability, the US implies Plan "B" to get them killed by their own people like Ghadafi in Libya, Abdulla Saleh ousted in Yemen and Saddam Hussein hanged in Iraq. The Arab coalition leaders have no sense of time and history how the US will destroy the Arab culture and civilization by using false pretext of the war.

Truth is One, Not Many; But Political Leaders will definitely deny it

We are witnessing an historic event and epic of empire-building. Leaders claiming to be democratically elected, think and behave like absolute dictators. President Obama is engaged in time-killing exercises at the end of his presidency. He was not an intellectual and proactive person leading to peaceful future-making. Mankind needs morally and intellectually responsible leadership to pursue a sustainable future. All absolute rulers and leaders tried to run down the mankind as if it was just a number - a digit - and conscious-less entity of technological imagination. But all of them have caused immense losses and liabilities to their own nations and empires. American political history was enriched with intellectual foresights and democratic values to safeguard the rest of the mankind. But its contemporary leaders and major institutions seem to defy the logic of peaceful co-existing with the global community.

The continuous wars have incapacitated the Arab states and rulers as some are complacent in providing logistical support to the US-British aggressions in Iraq and Afghanistan. The Western masses are against the wars but the US-Russian strategic plans increasingly pursuing more seen-unseen wars against the Arabs-Muslims, not just to occupy their natural resources but to go beyond Iraq, Afghanistan, Syria and Libya and occupy the lands and people. This is a call for a decadent Islamic culture to be destroyed within as the political developments are shaping up beginning with Palestine, Iraq, Syria onward to other Arabian Peninsula - collapse of the Muslim people to be taken over by the 21st century Crusaders. One wonders, if the oil enriched Arab elite occupying dusty palaces could come out to have the freedom to think on their own of a Navigational Change to avert the self-geared human catastrophes?

<u>Source adapted from:</u> Mahboob A. Khawaja, PhD from USA

VOL : 25 Regd. C.P.L NO. 114 No.26
Weekly **Nida-e-Khilafat** Lahore